ے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر : 34
شمارہ نمبر : 6
ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ
مارچ ۱۹۹۹ء

مدیر اعلیٰ: ت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

ہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
نمبر: E-Mail : haqqania@psh.infolink.net.pk
بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

نواز حکومت کی کشمیر کش پالیسی نامنظور

تخلیق پاکستان کی دعویدار اور دو قومی نظریہ کی علمبردار جماعت (مسلم لیگ) ان دنوں پاک بھارت تعلقات کو ایک نیا رنگ دینے میں مصروف ہے۔ معلوم نہیں کہ اس پردہ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟ اور اس کے کیا مقاصد ہیں؟ دیکھئے یہ تماشا ملک وملت کیلئے کیا گل کھلاتا ہے؟ بہر حال جو بھی ہو ہماری رائے میں اس امریکی سُر کی تان کشمیر کی خود مختاری پر ہی ٹوٹے گی جو کہ امریکہ کی عین آرزو اور دیرینہ خواہش ہے جس کی تکمیل ان دنوں مسلم لیگی حکمران بہت ہی وفاداری اور انتھک جدوجہد سے کر رہے ہیں۔ ہرچند کہ بھارتی وزیراعظم کی پاکستان آمد اور مذاکرات ایک خوش آئند امر ہے اور اصولاً دونوں پڑوسی ممالک کو باہمی امن اور برابری کی حیثیت سے رہنا چاہئیے، کیونکہ یہ بات دونوں ملکوں کے مفاد میں ہے، لیکن برابری اور صلح جوئی کے کچھ اُصول اور قواعد وضوابط ہوتے ہیں، تب ہی وعدوں اور معاہدوں کو استحکام اور ثبات ملتا ہے۔ لیکن ہمارا جس ملک وقوم کے ساتھ واسطہ ہے وہ ایک انتہائی مکار وعدہ خلاف اور عیار دشمن ہے جس نے قیام پاکستان سے لے کر اب تک بے شمار معاہدے اور مذاکرات کیے، لیکن ہر بار اس نے نہ صرف عہد شکنی کی بلکہ کھلم کھلا جارحیت کا مرتکب بھی ہوا۔ اب جبکہ کشمیری مجاہدین کی بے پناہ عسکری ضربوں اور جہد مسلسل کے بعد اس کے ہوش ٹھکانے لگے ہیں تو لالہ واجپائی ہندو ذہنیت اور اپنی افتاد طبع کے مطابق منہ میں رام رام اور بغل میں چھری لے کر پاکستان یاترا کرنے آئے تاکہ بے ضمیر اور بے وقوف حکمرانوں کو اپنی شاعری کے جادو منتر سے رام کر سکیں اور بغل میں چُھپی چھری سے کشمیری مجاہدین کا پاکستان سے رابطہ اور اسکی شہ رگ کشمیر کو کاٹ سکے۔ لیکن اس سازش کو بھانپتے ہوئے ملک کی تمام محبِّ وطن جماعتوں نے اس کی بھرپور مخالفت کی، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس ڈرامے کے تخلیق کار وہدایات کار کے فرائض امریکہ سرانجام دے رہا ہے۔ اور مسٹر نواز اور مسٹر واجپائی محض اداکار اور شوبوائے ہیں۔ اس ڈرامے کے پہلے سین کے طور پر مسٹر ٹالبوٹ دونوں

ممالک کو امریکی ایجنڈا پیش کر چکے تھے اور اس طرح ان مذاکرات سے ان کا اصل مقصد سی ٹی بی ٹی پر ستمبر ۹۹ء میں دستخط کیلئے راہ ہموار کرنا تھا۔ جمعیت علماء اسلام نے اس موقع پر بھرپور سیاسی بلوغت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا اور ان مذاکرات کی مخالفت کی اور اسکے ساتھ رائے عامہ کو بھی اس سازش سے بروقت آگاہ کیا۔ جمعیت العلماء اسلام کے قائد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ان مذاکرات کو کیمپ ڈیوڈ کے بدنام زمانہ معاہدہ سے تشبیہ دی۔ لیکن اس کے ساتھ جماعت اسلامی نے احتجاج کے نام پر لاہور میں جو کچھ کیا اور خصوصاً مسلم ممالک کے سفراء کے ساتھ جس قسم کی بدتمیزی کا ارتکاب کیا گیا وہ اسلامی شائستگی کا نمونہ نہیں کہلا سکتی۔ ہم اس طرز عمل کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ یہاں پر پیپلز پارٹی کا کردار بھی کھل کر قوم کے سامنے بے نقاب ہوا۔ اس نے بھی حکومت کا بھرپور ساتھ دیا۔ قوم جان چکی ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کی ترجیحات میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں جماعتیں امریکہ کی تابع مہمل ہیں۔ اگر مذاکرات یا کسی بھی قسم کی مصلحت وغیرہ کی سیاسی "غلطی" کوئی مذہبی جماعت اور بالخصوص جمعیت علماء اسلام سے ہوتی تو مسلم لیگ ان کو غدار ٹھہراتی۔ اس لئے کہ لفظ غدار مسلم لیگ کی سیاسی ڈکشنری میں وہ لفظ ہے جسے یہ ہمیشہ اپنے سیاسی مخالفین کیلئے استعمال کرتی رہتی ہے۔ اور جب خود یہ لوگ بھارت سے پینگیں بڑھائیں تو پھر یہ قومی خدمت کہلاتی ہے۔ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ہم نے ماہنامہ "الحق" کا خصوصی نمبر شائع کیا تھا جس میں ہر مکتب فکر نے حقائق کے مطابق کھل کر لکھا تھا اس حقائق نامے کی اشاعت پر مسلم لیگیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور اس کا ذائقہء حلق تاہنوز تلخ ہے۔ آخر میں ہم وزیر اعظم صاحب کو یہ تنبیہ کرتے ہیں کہ پاکستانی قوم آپ کے کلام شیریں سے کشمیر کی فروخت یا اسکی تقسیم یا پھر اسکی آزاد حیثیت کے فارمولے کو قبول کرنے پر تیار نہیں۔ ہم لاکھوں کشمیریوں کی قربانیوں کو چینی اور بجلی کی تجارت یا بس سروس شروع کرنے پر قربان نہیں کر سکتے۔ ہندوستان سے مذاکرات ضرور ہونے چاہئیں لیکن قوم اور پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے کر اور مسئلہ کشمیر کو سرفہرست رکھ کر اسکے

ساتھ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں اور انکی مذہبی شخصیات اور عبادت گاہوں کی حفاظت پر بھی بات ہونی چاہئیے۔ تب ہی قوم ان مذاکرات کو قبول کرے گی۔ ورنہ یہ مذاکرات صرف اتفاق فاونڈری اور شریف برادران کے کاروبار کی وسعت کیلئے ڈائیلاگ سمجھے جائینگے۔

اُسامہ بن لادن عالم اسلام کا سرمایہ افتخار

گذشتہ دنوں عظیم مجاہد اور عالم اسلام کے ہیرو شیخ اسامہ بن لادن کی پراسرار گمشدگی نے پوری دنیا میں ہلچل مچادی تھی اور امریکہ اور اسرائیل سمیت تمام عالم کفر پر ایک لرزہ طاری ہوگیا تھا۔ حتی کہ ہندوستانی افواج بھی الرٹ ہوگئی تھیں کہ کہیں اسامہ کشمیر کا رخ نہ کرے۔ اُدھر امریکی صدر بل کلنٹن نے وزیر دفاع ولیم کوہن کو حکم دیا کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف اسامہ بن لادن کی ٹوہ میں لگ جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہاں ہیں؟ کہیں اُسامہ ہمارے دفاعی نظام کو تہس نہس نہ کردے؟ اسی طرح امریکی صدر نے ایک انٹرویو میں یہ تسلیم کیا ہے کہ اُسامہ بن لادن کے خوف کیوجہ سے میری راتوں کی نیندیں اڑگئی ہیں۔ آج الحمدللہ ایک مسلمان مجاہد اور ایمانی قوت سے سرشار مومن کی جلالت وہیبت سے کفر وضلالت کے بڑے بڑے پہاڑ ڈر اور خوف کیوجہ سے لرزہ براندام نظر آتے ہیں۔ امریکہ جو کہ اپنے آپ کو بزعم خود سپر طاقت خیال کرتا ہے اور پورا عالم کفر بھی اس کی پشت پر کھڑا ہے لیکن پھر بھی ایک مرد قلندر اور سربکف مجاہد اس کو ننگی کا ناچ نچا رہا ہے۔ آج امریکی صدر کی بے بسی و مجبوری اور خوف نشان عبرت بن گیا ہے۔ اس مرد کوہستانی اور شاہین صفت مجاہد نے عالم اسلام کی خوابیدہ رگوں میں ایمانی حرارت سے سرشار ایسا گرم لہو دوڑادیا ہے کہ آج عالم اسلام کا بچہ بچہ امریکہ اور عالم کفر سے شدید نفرت کا اظہار کرنے لگا ہے۔ آج حریت فکر اور جہاد کا سمبل مسلمانوں کیلئے اُسامہ بن لادن ہے۔ عالمی بدمعاش امریکہ نے کئی دفعہ اسامہ کو ہراساں کرنے کی کوششیں کیں اور دنیا کو لاکھوں ڈالرز کی ترغیبات بھی پیش کیں، اور اُسامہ بن لادن کو شہید کرنے کیلئے براہ راست افغانستان اور سوڈان پر حملے بھی کئے گئے لیکن اس کا بال بھی بیکانہ ہوسکا۔ آجکل امریکہ افغانستان پر نئے حملے کیلئے تیاریوں میں مصروف ہے۔ اور وہ باربار تحریک

طالبان پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ اُسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالہ کردو۔ ورنہ ہم یہ کردینگے وہ کردینگے۔ لیکن امیر المؤمنین ملا محمد عمر ان گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب نہیں ہوتے۔ انہوں نے امریکہ پر واضح کر دیا ہے کہ ہم مٹ تو سکتے ہیں لیکن اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ اسلامی اور پشتونوں کے روایات کی منافی ہے کہ وہ اپنے محسن اور مجاہد مہمان کو کسی دشمن کے حوالے کر دیں۔ اور پھر خصوصاً امریکہ جیسے بدترین دشمن اسلام کے حوالہ کرنا بعید ازامکان ہے۔ شیخ اسامہ بن لادن اور ملا محمد عمر جیسے لیڈر عالم اسلام کے بے ضمیر و بے حمیت اور امریکہ کے غلام حکمرانوں کیلئے حریت فکر، مذہبی غیرت اور اسلامی عظمت کے ماڈلز ہیں۔ امریکہ اور عالم کفر کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے یہ بے ضمیر و بے حمیت حکمران اُسامہ بن لادن کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ آج حقیقت میں اسامہ بن لادن عالم اسلام کیلئے سرمایہ افتخار اور تاریکی و مایوسی کے دور میں مسلمانوں کیلئے دلیل سحر بن چکے ہیں۔ اس سحر فروزاں کے انتظار میں امت مسلمہ پر کئی صدیوں کی سیاہ راتیں کرب والم اور کشمکش میں گزریں اور بالآخر جس طلوع سحر کی امید تھی وہ پوری آب و تاب اور ضیاپاشیوں کے ساتھ سرزمین اسلام افغانستان کے وسیع ریگزاروں، سنگلاخ پہاڑوں اور گھنے جنگلوں میں آج جلوہ فگن ہے اور وہ مرد مومن امت مسلمہ کے دلوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔ آج ہر نوجوان کا آئیڈیل شیخ اسامہ بن لادن ہے۔ امریکہ عالم کفر اور عالم اسلام کے بے ضمیر حکمران اگر لاکھ چاہیں لیکن اس مجاہد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اُسامہ بن لادن کا بھوت ان کے ذہنوں پر اسی طرح سوار رہیگا اور ان کے نیو ورلڈ آرڈر کیلئے برابر خطرہ بنا رہے گا۔ ہم اس موقع پر تحریک طالبان اور ملا محمد عمر کو بھی زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے تمام تر رکاوٹوں اور عالمی دباؤ کے باوجود شیخ اُسامہ کو امریکہ کے حوالے نہیں کیا۔ اُسامہ بن لادن تخریب کار یا دہشت گرد نہیں بلکہ حریت فکر کا ایک سمبل اور امت مسلمہ کا ایک بیدار پاسباں ہے۔ ہماری دعائیں اور نیک خواہشات اُسامہ بن لادن کے ساتھ ہیں۔

شاہ حسین کی موت مسلم حکمرانوں کیلئے نشانِ عبرت

اردن کے بادشاہ حسین نصف صدی تک حکمرانی کرنے کے بعد گذشتہ دنوں چند ماہ کینسر

جیسے موذی مرض میں مبتلا رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم اپنے دور حکومت میں مسلمانوں کیلئے اتنا کچھ نہ کر سکے جس قدر امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل کیلئے کر گئے۔ شاہ حسین کی موت سے مسلمانوں کو اتنا دکھ اور رنج نہ ہوا جتنا کہ امریکہ اور برطانیہ کو ہوا۔ کیونکہ ان کا ایک دیرینہ اور پرانا مہرا ختم ہو گیا۔ شاہ حسین نے اپنے پیش روؤں کنگ طلال، کنگ عبداللہ اور شریف حسین وغیرہ کی طرح آخر دم تک اپنے آقاؤں سے ایفائے عہد نبھائے رکھا۔ اسکی مثال میری لینڈ معاہدہ ہے۔ جس کو کامیاب بنانے کیلئے امریکہ نے شاہ حسین کو بستر مرگ سے اٹھا کر یاسر عرفات کے ساتھ مذاکرات میں شریک کیا۔ تاکہ اپنے مذموم مقاصد کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اسکے علاوہ شاہ حسین کی امریکہ اور برطانیہ کیلئے بے شمار خدمات ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس غدار ابن غدار ابن غدار کو ہمارے پریس اور قومی صحافت نے بھی بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ حالانکہ اس خاندان نے جتنا نقصان عالم اسلام کو پہنچایا ہے وہ نقصان ناقابل تلافی ہے۔ شریف مکہ سے لے کر شاہ حسین تک کا کردار تاریخ کا حصہ ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ آیا یہ خاندان تحسین و عقیدت کے قابل ہے یا نفرت کا؟۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور مولانا عزیر گل رحمہ اللہ کو شریف مکہ نے ہی انگریزوں کے حکم کے مطابق گرفتار کیا اور قیدی بنا کر جزیرہ مالٹا بھیج دیا۔ پھر اس خاندان نے مسلمانوں کی عظمت اور وحدت کی حامل سلطنت عثمانیہ کو بھی انگریزوں کے ساتھ مل کر پارہ پارہ کر دیا۔ اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو عالم اسلام کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا دیا۔ جس کے بعد اس خاندان پر برطانیہ کی مہربانیاں اتنی بڑھیں کہ امریکہ اور برطانیہ کا دست شفقت ابتک اس خاندان کے سر پر ہے۔ شاہ حسین نے مرتے وقت امریکہ کے ایما پر چونتیس سال سے منتظر ولی عہد اپنے بھائی شہزادہ حسن کو بھی برطرف کر دیا، کیونکہ اس کا جھکاؤ اسرائیل کی طرف نہیں تھا۔ اور اسکی بیوی ثریا کا تعلق پاکستان سے تھا۔ جو اسرائیل کو قطعاً نامنظور تھا۔ اُردن کے نئے بادشاہ شہزادہ عبداللہ نے برطانیہ کی تعلیمی نرسریوں اور برطانوی ماں کی گود میں پرورش پائی ہے۔ یقیناً اس شاخ پر بھی امریکہ اور برطانیہ کے مفادات کے پھل پھول اُگیں گے۔ گذشتہ سال جون میں اردن کے دارالحکومت عمان میں جب میں نے مختلف لوگوں سے

شاہ حسین اور اسکی حکومت کے بارے میں دریافت کیا تو رعایا کی اکثریت نے مجھے بتایا کہ عوام خوش نہیں، لیکن شاہ حسین، اس کا خاندان اور اسرائیل بہت خوش ہیں۔ یہ تبصرہ اردنی معاشرہ کا حقیقی آئینہ دار ہے۔ کہ وہاں کے لوگ کس قدر شاہ حسین کی پالیسیوں کیخلاف تھے۔ بالآخر شاہ حسین بھی موت کی خوفناک وادیوں میں اتر گئے۔ اور پچاس برس تک بادشاہت کا تاج سر پہ سجانے والا وہ سر پُر غرور بھی مٹی میں پیوند ہو گیا۔ تاریخ میں اس کا نام شاہوں کی فہرست میں تو رہے گا لیکن اس کے ساتھ غدار کا لاحقہ بھی رہے گا۔ عالم اسلام کے عیاش اور امریکہ کے تابع مسلم حکمرانوں اور دولت و ثروت اور کبر و نخوت کے نشے میں مبتلا انسانوں کیلئے شاہ حسین کا لاعلاج مرض اور بے بسی کی موت ایک عبرت کی مثال ہے۔ "فاعتبروا یا ولی الابصار" اگر عالم اسلام کے حکمرانوں نے امریکہ اور برطانیہ کی چوکھٹ پر جبہ سائی چھوڑ دی اور خداوند کریم کی حقیقی چوکھٹ پر سربسجود ہو گئے تو یقیناً دنیا و آخرت کی کامیابیاں اور سرخروئیاں ان کا مقدر بن جائیں گے۔ ورنہ وہی تاریخ کی کتاب ہو گی۔ اور وہی غلامی اور غدار کی جلی سرخیاں ہونگی۔۔۔۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی خدمت اقتدار کی طوالت پر منحصر نہیں بلکہ عالم اسلام کو ملا محمد عمر جیسے مجاہد اور قلندر حکمرانوں کی ضرورت ہے جو گیدڑ کی سوسالہ زندگی پر ایک دن کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا قاری محمد بشیرؒ کا سانحہ ارتحال

جمعیت علماء اسلام کے صوبائی ڈپٹی سیکرٹری جنرل، مشہور عالم دین اور نامور خطیب مولانا قاری محمد بشیر صاحبؒ ۱۴ فروری کو انتقال فرما گئے۔ قاری صاحبؒ گذشتہ کئی سالوں سے گردہ کے امراض میں مبتلا تھے۔ صبر و رضا اور استقامت کا دامن آپ نے کسی بھی موقع پر ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جمعیت العلماء اسلام کے ساتھ شروع ہی سے آپ کا تعلق تھا۔ المیہ یہ ہے کہ آپ کے دو اور بھائی بھی اسی عارضہ سے انتقال کر گئے ہیں۔ آپ کے جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء، خطباء، طلباء اور عامۃ المسلمین نے شرکت کی۔ ادارہ "الحق" اور دارالعلوم حقانیہ مرحومؒ کے پسماندگان اور مولانا عبدالعلیم حقانی سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ قارئین "الحق" سے انکے رفع درجات کیلئے دعا کی اپیل ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

حج ایک سراپا عشق و عبادت

جناب باری عزاسمہ کی وہ صفات جو کہ مقتضی معبودیت ہیں۔ان کا مرجع دو باتوں کی طرف ہوتا ہے۔اول مالکیت نفع و ضرر، دوئم محبوبیت۔اول کو جلال سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور ثانی کو جمال سے مگر یہ تعبیر ناقص ہے۔جلال محض مالکیت ضرر پر متفرع ہوتا ہے جس طرح جمال اسباب محبوبیت میں سے ایک سبب ہے، وجوہ محبوبیت علاوہ جمال کے کمال قرب احسان بھی ہیں، سبب اول یعنی مالکیت نفع و ضرر کا اقتضا معبودیت حدود عقل میں رہ کر ہونا ضروری ہے اس معبودیت میں عابد کی ذاتی غرض چونکہ باعث عبادت ہوتی ہے یعنی طمع یا خوف یا دونوں، اس لئے یہ عبادت اس قدر کامل نہ ہوگی جس قدر وہ عبادت جس میں محض ارضاء معبودیت مقصود ہو، ظاہر ہے کہ محبوب کی جو کچھ طاعت اور فرمانبرداری کی جاتی ہے اس سے محض اسکی رضا مطلوب ہوتی ہے، لہذا ضروری تھا کہ دونوں قسموں کی عبادتیں دین کامل میں ملحوظ ہوں، قسم اول پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول نماز و زکوۃ ہیں اور قسم ثانی پر متفرع ہونے والی عبادتوں میں اصل الاصول روزہ اور حج ہیں۔روزہ محبوبیت کی منزل اول اور حج منزل ثانی ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عاشق پر اولین فریضہ یہی ہے کہ اغیار سے قطع تعلق کیا جائے جو کہ روزہ میں ملحوظ کیا گیا ہے۔دن کو اگر صیام کا حکم ہے تو رات کو قیام کا۔اور آخر میں اعتکاف نے آکر رہے سہے تعلقات کا بھی خاتمہ کردیا۔ بحکم" من شهد منكم الشهرفليصمه"اور من قام رمضان ایماناً"(الحدیث)اگر استیعاب صوم رمضان کا پتہ چلتا ہے تو بحکم "احییٰ لیله ومن صام رمضان (الحدیث)وغیرہ استیعاب قیام رمضان کا بھی پتہ چلنا ضروری ہے۔اور چونکہ کمال صومی کے لئے محض مالوفات ثلاثہ کا جو کہ اصل الاصول ہیں، ترک مطلوب نہیں، بلکہ ان کے علاوہ معاصی اور مشتہیات نفسانیہ کا ترک بھی مقصود ہے۔"من لم يدع قول الزور"(الحدیث) اور رب صائم ليس لمن صومه الاالجوع (الحدیث)اس کے شاہد عدل ہیں جب ترک اغیار کا اثبات (جو کہ منزل عشق کی پہلی گھاٹی ہے) ہو گیا، اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری منزل کی طرف قدم بڑھایا جاوے۔یعنی سوچہ محبوب اور اس کے دار و دیار کی جبہ سائی کا فخر حاصل کیا جاوے۔اس لئے ایام صیام کے ختم ہوتے ہی ایام حج

کی ابتدا ہوتی ہے جن کا اختتام ایام نحر (قربانی) پر ہے کوچہ محبوب کی طرف عاشق کا سفر کرنا جس نے تمام اغیار کو ترک کر دیا ہو اور سچے عشق کا مدعی ہو، معمولی طریقہ پر نہ ہوگا، نہ اس کو سر کی خبر ہوئی نہ پیر کی، نہ بدن کے زیب وزینت کا خیال ہوگا نہ لوگوں سے جھگڑا اور لڑنے کا ذکر۔ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج" کہاں عشق اور کہاں آپس کے جھگڑے اور لڑائیاں، کہاں قلبی اضطراب اور کہاں شہوت پرستی اور آرام طلبی، نہ سرمہ کی فکر ہوگی نہ خوشبو اور تیل کا دھیان، اس کو آبادی سے نفرت جنگل اور جنگلی جانوروں سے الفت ہونی ضروری ہے: "وحرم علیکم صیدالبر مادمتم حرماً" سیر وشکار جو کہ کاربیکاراں ہے، ایسے عشاق اور مضطر نفوس کے لئے بیحد نفرت کی چیز ہوگی۔ واذا حللتم فاصطادوا" اس کی تو دن رات کی سرگرمی معشوق کی یاد، اس کے نام کو جپنا، اپنے تن بدن کو بھلادینا دوست احباب، عزیز واقارب، راحت وآرام کو ترک کر دینا، نہ خواب آنکھوں میں بھلی معلوم ہوگی نہ لذائذ طعمہ اور خوشبودار اور خوش ذائقہ اشربہ والبسہ کا شوق ہوگا۔

یداری ہواہ ثم یکتم سرہ ویخشع فی کل الامور ویخضع

وہ اسکی محبت خوش اسلوبی سے نباہتا رہتا ہے، پھر اس کے راز پر پردہ پوشی کرتا رہتا ہے اور تمام حالات میں مطیع وفرمانبردار رہتا ہے۔ جوں جوں دیار محبوب اور ایام وصال کی قربت ہوتی جائے گی اسی قدر ولولہ اور فریفتگی اور جوش جنون میں ترقی ہوتی رہے گی۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

ان دنوں جوش جنوں ہے تیرے دیوانے کو لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو

خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو یہ غذا دیتے ہیں جاناں ترے دیوانے کو

نوبہاراست جنوں چاک گریباں مددے آتش افتاد بجاں جنبش داماں مدد ہے

قریب پہنچتے ہیں (میقات پر) تو اپنے رہے سہے میلے کچیلے کپڑوں کو پھینک دیتے ہیں، اس وادی عشق میں گریباں اور دامن سے کیا کام۔

ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک اس کو سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو

دن اور رات محبوب کی رٹ پپیہا کی طرح لگی ہوئی ہے۔ (تلبیہ پڑھ رہے ہیں)۔

رٹت پھرے پیو پیو کنارے ہمرے پیا تو بدیس سدھارے

برہا بروگ سے تلپت جیو اب جن بول پپیہا پیو

اگر غم ہے تو محبوب کا، اگر ذکر ہے تو معشوق کا، اگر طلب ہے تو پیو کا، اگر خیال ہے تو دلبر کا ؎

عشق میں تیرے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو　　عیش ونشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو

کوچہ محبوب میں پہنچتے ہیں تو اس کی درودیوار کے ارد گرد پوری فریفتگی کے ساتھ چکر لگاتے ہیں۔ چوکھٹ پر سر ہے تو کہیں دیواروں اور پتھروں پر لب ؎

امرعلی (۱) الدیار دیار لیلی　　اقبل ذالجدار و ذالجدارا

وصاحب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من نزل الدیار

کسی نے اگر جھوٹی سی خبر دی کہ معشوق کا جلوہ فلاح جگہ نمودار ہونے والا ہے تو بے سروپیر ہو کر دوڑتے وہاں پہنچے، نہ کانٹوں کا خیال ہے، نہ راستے کے پتھروں کی فکر ہے، نہ گڑھوں میں گرنے کا سوز ہے، نہ پہاڑوں کی سختیوں کا ڈر ہے۔ مجنون بنی عامر کا سماں بندھا ہوا ہے، بدن میں اگر جوں ڈھیروں پڑی ہیں تو کیا پرواہے، اہل عقل اور اہل زمانہ اگر پھبتیاں اڑاتے ہیں تو کیا شرم ہے ؎

جب پیت بھئی تب لاج کہاں　　سنسار ہنسے تو کیا ڈر ہے

دکھ درد پڑے تو کیا چنتا　　اور سکھ نہ رہے تو کیا ڈر ہے

اگر ناصح ناداں معشوق اور عشق سے روکتا ہے تو جس طرح آگ پر پانی کے چھینٹے اسکو اور بھڑکا دیتے ہیں اسی طرح آتش عشق اور بھڑک جاتی ہے، نادان ناصح کو پتھر مارتے ہوئے اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ ع　ناصحامت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے۔

دبمهجتی یا عاذلی الملک الذی　　اسخطت کل الناس فی ارضاءہ

اے ملامت گر میری جان اس بادشاہ پر قربان ہے کہ جس کے راضی رکھنے کی غرض سے میں نے تمام لوگوں کو ناخوش کر دیا ہے۔

فوس احب لاعصینک فی الهوی　　قسما به و بحسنه و بهائه

اے ملامت گر میں محبوب کے حسن وجمال کی قسم کھاتا ہوں کہ محبت کے بارے میں ضرور تیری نافرمانی کروں گا۔ (متبنی) میرے محترم! یہ تھوڑا سا خاکہ حج اور عمرہ کا ہے اگر دل میں تڑپ اور سینہ میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے، وہ انسان بھی نہیں جس کے دل ودماغ، روح، اعضاء رئیسہ محبوب حقیقی کے عشق اور

---

(۱) مجنوں کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے کوچہ پر گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو میرے دل میں دراصل کوچہ کے درودیوار نے کوئی جگہ نہیں بنائی ہے، بلکہ اس گلی کے رہنے والی نے۔

وولہ سے خالی ہیں، یہاں عقل کے ہوش گم ہیں، جس قدر بھی بے عقلی اور شورش ہوگی اور جس قدر بھی اضطراب اور بے چینی ہوئی اسی قدر یہاں کمال شمار کیا جائے گا۔

موسیا آداب داناں دیگر اند   سوختہ جان ورواناں دیگر اند

کفر کافر رادین دیندار را   ذرۂ دردت دل عطار را

عقل وحیا کے مقید ہونے والے عشاق آرام اور راحت کے طلبگار محبین اپنی سچائی کے اثبات سے عاجز ہیں۔

عشق چوں خام است باشد بستہ ناموس وننگ   پختہ مغزان جنون را کے حیاء زنجیر پا است

اس وادی میں قدم رکھنے والے کو سر فروشی اور ہر قسم کی قربانی کیلئے پہلے سے تیار رہنا ضروری ہے، آرام اور راحت، عزت اور جاہ کا خیال بھی اس راہ سخت ترین میں بدنام کرنے والا گناہ ہے۔

نازپروردہ تنعم نہ بردراہ بدوست   عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد

یقین می داں کہ آں نکو نام   بدست سر بریدہ می دہد جام

میرے محترم! اس وادی پرخار میں قدم رکھتے ہیں اور پھر مٹی کا سر کے چکر کا، بیماری کا، ضعف کا، تکلیف کا، عزت وجاہ کا فکر ہے۔ افسوس ہے، مردانہ وار قدم بڑھایئے، اگر تکلیف سامنے ہو تو خوش قسمتی سمجھئے، اگر ستائے جائیں تو محبوب کی عنایت جانیئے، پس پردہ طوطی صفت کون کرا رہا ہے، مجنون کو لیلیٰ کے کاسہ توڑ دینے پر رقص ہوتا ہے جس سے وہ اپنے خاص تعلق کا اثبات کرتا ہے اور آپ یہاں جھجکتے ہیں :
"کلا واللہ کلا واللہ اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالا مثل قول صادق امین ہے قیمۃ المرء ہمتہ"۔

بقدر الجد تکتسب المعالی   ومن رام العلی سہر اللیالی

بہ انداز محنت بلند درجات حاصل ہو سکتے ہیں جو شخص بلند درجہ کا قصد کرتا ہے وہ برابر رات کو جاگتا ہے۔
سوائے رضاء محبوب حقیقی اور کوئی دھن نہ ہونی چاہیئے۔

دنیا و آخرت رابگذار وحق طلب کن   کایں ہر دولولیاں رامن خوب فی شناسم

"بجوش وبخروش وہیچ مفروش"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قربانی سنت ابراہیمی علیہ السلام

(خطبہ مسنونہ کے بعد) واذ ابتلیٰ ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن ۔ الآية

محترم بزرگو! اکثر حضرات دور دراز سے آئے ہیں، اس لئے چند منٹ کچھ عرض کروں گا۔ تقریر کا نہ وقت ہے نہ صلاحیت، بیمار بھی ہوں۔

محترم بزرگو! آج جو سنت ہم اور آپ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد انشاء اللہ ادا کریں گے، یہ قربانی ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "سنت ابيكم ابراهيم" (ابراہیم علیہ السلام قربانی اور عزیمت کا پیکر) انبیاء کرام کے سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کا ایک نہایت بلند مقام ہے، ان کی ساری زندگی قربانی اور عزیمت کی زندگی ہے۔ ساری زندگی عظیم الشان ایثار، استقامت اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے سے لبریز ہے۔ جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو ملک کا ماحول ستارہ پرستی اور بت پرستی کا تھا۔ نمرود جیسے ظالم حکمران کے ہاتھ میں حکومت تھی۔ اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر بت پرستوں کا پروہت یعنی لارڈ پادری ہے۔ تمام دھر مسالوں کے نگران ہیں۔ گویا وزیر تعلیم اور وزیر مذہبی امور ہیں۔ ایک اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ خود بت تراش ہیں۔ ایسے وقت میں ظالم نمرود کے خلاف آواز بلند کرنا کتنا سخت کام تھا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کا جگر تھا کہ سارا ماحول، سارا خاندان اور سارا گھر، سارا علاقہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کا طریقہ اختیار کر لیتے تو ان کو بھی والد جیسا اہم منصب مل سکتا تھا، وہ بھی ملک کے مذہبی پیشوا ہوتے، وزیر ہو جاتے، مگر آپ نے نہ صرف اس منصب اور عہدہ کو لات ماردی بلکہ پوری قوم، حکومت اور ملک کی دشمنی مول لی اور اعلان کیا کہ: "انني بريئ مما تعبدون" ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ میں تمہارے بتوں اور ان کی پرستشوں اور مشرکانہ رسم ورواج سے بالکل بیزار ہوں۔

دعوت توحید اور حجۃ ابراہیمی : پہلے اپنی قوم کو عقلی پیرایہ میں سمجھانا چاہا کہ اے میرے والد! ے میری قوم! تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو مجبور و مقہور اور بے بس ہیں۔ دوسرے کے حکم کے تابع ہیں۔ دوسرے کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ سورج کبھی طلوع ہوتا ہے، کبھی غروب، یہ چاند کبھی گھٹتا ہے، کبھی بڑھتا ہے، تغیر و تبدل قبول کرتے رہتے ہیں۔ "فلما جن علیہ اللیل راٰ کوکباً"۔ معبود برحق اور خدا تو ہمیشہ کی صفت پر متصف رہتا ہے۔ وہ تو قدیم اور واجب الوجود ہوتا ہے۔ اس کی صفات اور حالات میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر قسم کے دلائل سے بات قوم کے سامنے رکھ دی کہ یہ بت پرستی اور شرک بالکل حرام اور خلاف عقل ہے۔ لیکن قوم جہالت کی وجہ سے نہ سمجھ سکی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے سمجھانے کا دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ یہ بت عاجز ہیں کچھ نہیں کر سکتے، ان لوگوں کا کوئی تہوار تھا، ان کی عید کا دن تھا، لوگ سب باہر کے میدان میں جمع ہونے نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ شہر میں رہے۔ دھرمسال میں آکر سب بتوں کو توڑ دیا بڑے بت کو چھوڑ کر کلہاڑی اور تیشہ اُس کے کاندھے پر رکھدیا۔ اور جو نذرانے اور چڑھاوے لوگوں نے بتوں کے سامنے رکھ دئے تھے وہ اکھٹے کر کے بڑے بت کے سامنے رکھ دئے۔ یہ چڑھاوے ان لوگوں کے زعم میں متبرک ہو جاتے اور عید کی شام کو آکر اسے آپس میں بانٹ لیتے۔ لوگ تہوار سے واپس آئے تو بت خانہ کی حالت دیکھی کہ ہمارے سارے خداؤں کو توڑا گیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کلہاڑی تو اس بڑے بت کی گردن پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خفا ہوا اور سب کو توڑ ڈالا۔ زبان حال سے بتلا رہا ہے کہ ان میں لڑائی ہوئی۔ اگر جواب خواہ مخواہ چاہتے ہو تو خود ان بتوں سے پوچھ لو۔ قوم شرمندہ ہوئی اور دل میں اعتراف کیا کہ یہ تو نہ بولتے ہیں نہ آواز سنتے ہیں، نہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ابتلاء و آزمائش میں تفویض تام : مگر حق کی دشمنی اتنی دلوں میں بس گئی تھی کہ بجائے ایمان لانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فیصلہ دیا کہ لکڑیاں جمع کر دی جائیں تو عظیم الشان لاوہ تیار کر کے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں جلادیا جائے کہ انہوں نے ہماری ملکی قومی اور ریاستی مذہب کی توہین کی ہے۔ اب بڑے بوڑھے مرد عورت حاکم و رعایا اس کام میں شریک ہو گئے اور

آگ کے لئے ایندھن جمع کرنے لگے اور فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھا کر الاؤ میں پھینک دیا جائے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا کہ اللہ کی راہ میں ایک مقدس نبی قربانی دیتا ہے۔ عرش سے فرش تک کائنات اور ملائکہ روتے ہیں کہ یا اللہ آج تیرے جان نثار بندے کو آگ میں ڈالا جارہا ہے۔ روایات میں ہے کہ آگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے اور دھواں فضا میں پھیل گیا تو پرندے تک اپنی چونچوں میں پانی کے قطرے لالا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر ایک دو شریر الطبع حیوان بھی تھے تو دور سے آگ کو پھونکتے رہے کہ اور بھی بھڑک جائے۔ آگ نہ پرندوں کے چند قطروں سے بجھ سکتی تھی نہ کسی جانور کے پھونک سے بھڑک سکتی تھی، مگر یہ خدا کی تقسیم ہے۔ اپنی اپنی ہمت ہے، کسی نے حق کیلئے اپنی محبت واخلاص کا مظاہرہ کیا کسی نے حق دشمنی کا، کچھ جانور حلال اور پاک تھے اور کچھ حرام اور مردار، ہر ایک نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا۔ ایسے موقع پر نیت ہر ایک کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تیرے عاشق بندہ کیلئے ساری دنیا جمع ہے کہ اسے جلادیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو اجازت دی کہ جا کر حضرت ابراہیمؑ سے حاجت دریافت کرلو کہ اگر یہ تم سے مدد مانگتا ہے تو اسکی مدد کرلو۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیمؑ میں جبرائیلؑ ہوں۔ میری قوت اور طاقت تو جانتے ہو اور ان کی طاقت اتنی کہ قرائے لوط وسدوم کو آسمانوں تک اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ لاکھوں کی آبادی پر پتھروں کی بارش برسادی اور زمین اوندھی کردی۔

حضرت ابراہیمؑ کو کہا میں تیرا خادم حاضر ہوں، حکم دو کہ ان سب کو مع لاؤ لشکر کے ابھی ختم کردوں یہ ایک امتحان تھا۔ شاگرد سارا سال استاد سے پڑھتا ہے مگر امتحان کے وقت پرچہ میں کسی سے مدد مانگے تو امتحان میں فیل ہو جاتا ہے تو اس امتحان کے موقع پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اور سارے عالم کو بتلاتے ہیں کہ میرے ساتھ عشق رکھنے والا بندہ کیسا ہے؟ اس کی استقامت دیکھیں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: "اما انت فلا" تیری مدد نہیں مانگتا یہ تو عشق ہے خدا کی راہ میں قربان ہونا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا، مجھ سے نہیں تو اللہ سے مان لے کہ وہ اس مصیبت سے نجات دے۔ فرمایا: "حسبی عن سوالی علمه بحالی" خدا مجھے دیکھتا ہے' میری حالت اسے معلوم ہے تو اس کا علم میرے حال پر کافی ہے۔ سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اس کی رضا

ہے وہی میری رضا ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔

واقعہ نار نمرود کا سبق : تو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ نے ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ اسلام کی حفاظت وبقاء کیلئے جتنا بھی ہو سکے کوشش کرو۔ پرندوں کی طرح باطل کی آگ بجھانے کیلئے دو دو قطرے کیوں نہ ہو سکیں۔ آگ پر ڈالنے کی سعی کرو۔ دین کی حفاظت تو خود اس کے ذمہ ہے۔ ہماری ہمت اور سعی اور نیت کا امتحان ہوتا ہے۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" اللہ دیکھتا ہے کہ یہ لوگ آگ بجھانے والے پرندے بنتے ہیں یا آگ بھڑکانے والے شریر الطبع جانور باقی حفاظت کرنا خدا کا کام ہے۔ آگ سے بھی باغ بنا سکتا ہے۔

من کان للہ کان اللہ لہ : قیصر روم نے حضرت عمرؓ کے شہید کرنے کیلئے آدمی بھیجا، اس نے آکر دیکھا کہ حضرت عمرؓ درخت کے سایہ میں سوئے ہیں، درہ سرہانے رکھا ہوا ہے۔ کافر تاک میں رہا آکر دیکھا کہ ان کے ارد گرد شیر گھوم رہا ہے۔ حفاظت کر رہا ہے۔ خوف کے مارے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت بیدار ہوئے کافر کو ہوش میں لایا گیا، پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا یہ تو پھر بتاؤں گا، پہلے یہ بتادو کہ یہ شیر اور درندے کیسے آپ کے مسخر ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو شیر کا پتہ نہیں تھا، ولی کیلئے اپنی کرامت کا علم ہونا ضروری نہیں تو فرمایا یہ تو مدینہ ہے آبادی ہے۔ یہاں شیر کہاں سے آیا؟ اتنے میں غیبی آواز آئی کہ اے عمرؓ تم خدا کے دین اور امت کی مدد کرتے ہو، اسکی بقاء وترقی میں مشغول ہو تو خدا کی کل مخلوق تیری خواہ مخواہ اور ہمدرد ہوگی۔

صبر واستقامت کا نتیجہ : تو جب حضرت ابراہیمؑ نے ایمان واستقامت کا کامل مظاہرہ فرمایا تو آگ کو خدا نے گلزار بنادیا۔ "برداً وسلاماً علی ابراہیم" ہو گیا اور آگ کی معمولی تپش سے بھی خدا نے محفوظ رکھا۔ پھر ایک موقع آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو پورے ملک اور قوم کو چھوڑنا پڑا۔ یہ دوسری عظیم قربانی تھی۔ ملک ووطن قوم قبیلہ سب سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر جب اللہ کے گھر کعبۃ اللہ کی آبادی کا موقع آیا تو شیر خوار معصوم بچے اور محبوب رفیقہ حیات حضرت ہاجرہؓ کو ایک ویران اور سنسان وادی، وادی غیرذی زرع میں جاکر چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کے احکام پر تسلیم وانقیاد کے مظاہرے تھے۔ نار نمرود کے موقع پر اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جان کی قربانی تو آسان ہے۔

دوسری عظیم قربانی : مگر اولاد اور بیٹے کی مشکل تو اب اللہ نے یہ امتحان بھی پورا کرنا چاہا، حکم ہوا کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیل کو ذبح کردے، میری راہ مین بڑھاپے کا یہ سہارا جوان بیٹا قربان کردے۔ لوگ اپنے آرام وراحت اور ہر عیش وعشرت اولاد ہی کے لئے قربان کرتے ہیں۔ آپ نے سب کچھ اللہ کیلئے قربان کردیا۔ اپنے بیٹے سے کہا :"یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتریٰ" اے بیٹے مجھے حکم ہوا ہے وہ بھی خواب کا حکم تھا۔ دوسرے لوگ اس کی تعبیر میں تاویل ڈھونڈھتے، مگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے خواب اور جاگنے کا حکم برابر تھا۔ فرمایا کہ اے بیٹا میں تجھے اللہ کے حکم پر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

اسماعیلؑ پیکر صبر ورضا : حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اطاعت شعار اور پیکر صبر ورضا۔ فرمایا : اباجان جلدی کیجئے اللہ کے حکم کے سامنے میں گردن نہاد اور صابر وشاکر ہوں۔ یا ابت افعل ماتؤمر سجدنی ان شاء الله من الصبرین "انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائے گا۔ مجھے اوندھا لٹادیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں۔ ادھر اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور حضرت اسمٰعیل کے بدلے حضرت ابراہیمؑ کی سنت قربانی قیامت تک جاری فرمادی۔ آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں کی احیاء کرتے ہیں۔ قربانی اور حج حضرت ابراہیمؑ کے اعمال اور قربانیوں کی یاد ہے۔

قربانی میں اولاد کیلئے سبق : دوسرا سبق یہ بھی ہوا کہ اولاد کو والدین کا فرمانبردار ہونا چاہئیے جو اولاد ماں باپ کی عظمت اور احترام نہیں کرتے وہ دوزخی ہے۔ والدین خفا ہیں تو جہنم کے دروازے اس کیلئے کھلے ہیں۔ خوش ہو تو جنت کے دروازے کھلے ہیں۔

ولاتقل لهما أفٍ ولاتنهرهما" انہیں محبت اور عظمت کی نظروں سے دیکھنا چاہئیے، جھڑکنا بھی جائز نہیں، شفقت ومحبت سے دیکھنے کا بھی حج اور عمرہ کے برابر ثواب ہے۔ آجکل دوست احباب کے لئے تو ادب ہوتا ہے۔ ان کیلئے مرغ پلاؤ ہے مگر بوڑھے ماں باپ کو جتنا ڈانٹ سکتے ہیں دریغ نہیں کرتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ایک روایت کے مطابق بارہ سال کے تھے۔ مگر باپ کے سامنے گردن نہاد ہوگئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کی وفات کے وقت زبان بند تھی۔ کلمہ نہیں

پڑھ سکتا تھا۔ ماں اس سے ناراض تھی۔ فرمایا لکڑیاں جمع کر کے لے آؤ، اسے جلادیں ماں ڈر گئی، پریشان ہوئی۔ فرمایا: اس کا انجام تو ویسے بھی یہی ہے۔ جبتک تو اسے معاف نہیں کرے گی، ماں نے اسے بخش دیا۔ کلمہ طیبہ بھی اس وقت اس کے بیٹے کی زبان پر جاری ہوگیا۔ مگر اس وقت عجیب حالت ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا قیامت سے قبل عالم اکبر کا مزاج بگڑ جائے گا۔ اولاد ماں باپ کا آقابن جائے گی۔ مالک اور غلام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔

قربانی کی روح: الغرض حضرت ابراہیمؑ کا عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے۔ قربانی دیتے وقت ہمیں یہ بات مستحضر کرنی چاہیئے کہ یا اللہ ہم تیری مرضی کے لئے اپنی جان دینے سے اپنی اولاد سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ نوجوانوں کو سوچنا چاہیئے کہ ہم حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح والدین کی اطاعت کا شیوہ اختیار کریں گے اور اللہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ یہ اجتماع عید مبارک ہے تو استغفار کا وقت ہے جو حدیث کی بناء پر دلوں کے زنگ کو دور کرتا ہے۔ شیطان نے کہا میں انسانوں کو گمراہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لاازال اغفرلھم مااستغفروا" جب تک یہ استغفار کریں گے میں انہیں بخشتار ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت اور ہدایت دے۔

(وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین)

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اہل علم اور طلبۂ علوم دینیہ کی ذمہ داریاں

۲۲۔ شوال ۱۴۱۹ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جو تفصیلی خطاب فرمایا اسے مولانا شاکر اللہ صاحب نے ٹیپ ریکارڈ سے نقل کیا ہے وہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

آج ترمذی شریف سے نئے سال کی افتتاح ہوا۔ یہ ہمارے اساتذہ کرام کا طریقہ ہے کہ جس طرح دارالعلوم دیوبند اور دوسرے جامعات میں افتتاح ترمذی شریف سے ہوتا آرہا ہے تو آج یہاں بھی افتتاح ترمذی شریف کی ابتدائی حدیث سے ہوا۔ اللہ اس کو مبارک فرمائے۔
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: العلماء ورثة الانبياء : (یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں)۔
حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب قول میں فرمایا گیا کہ ایک زمانہ آئیگا کہ دنیا کے کونے کونے سے طلباء مدینہ کو علم سیکھنے آئینگے۔ عراق سے، سوڈان سے، مصر سے اور سفر کیوجہ سے انکے اونٹ اور سواریاں لاغر ہوچکی ہونگی اور ان لوگوں کا مقصود حصول علم اور حدیث ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ خیر کارویہ رکھو۔ فاستوصوابهم خيرا :
یہ امام مالکؒ کا قول ہے، یا حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے: تو جس طرح حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو آج ہم بھی آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ حضور اقدس ﷺ کے دین سیکھنے آئے ہیں، آپ حقیقت میں اللہ اور رسول ﷺ کے مہمان اور تمام اساتذہ بھی آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور ہماری تمنا اور خواہش ہے کہ آپکی خدمت کریں تاکہ حضور ﷺ کے فرمان کی اتباع نصیب ہوجائے۔
میرے بھائیو! اس کائنات میں عظیم نعمت علم کی نعمت ہے۔ اور یہ مہتم بالشان نعمت ہے۔ اللہ نے اپنی وحی کی ابتداء تعلیم و تعلم اور درس و تدریس سے کی ہے۔ قرآن پاک کی پہلی وحی میں اسی کا ذکر ہے۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربک

الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم۔ اس میں اللہ تعالیٰ اس بات سے آغاز کرتے ہیں کہ پڑھو، اللہ کے نام سے پڑھو۔ یہاں تخلیق کے ساتھ ذکر کیا کہ جس طرح آپ کو پیدا کیا اس طرح تمام کائنات کو پیدا کیا۔ نباتات، جمادات، عناصر اربعہ یہ تمام صفت تخلیق میں آپ کے ساتھ شریک ہیں گویا یہاں عمومی تخلیق کی طرف اشارہ کیا کہ اقرأ باسم ربک الذی خلق کہ اس ذات کے نام سے پڑھو جس نے تم کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کی تربیت کرتا ہے اور ان کو تکمیل اور کمال تک پہنچاتا ہے تو گویا یہاں صفت ربوبیت منشاء تخلیق ہے اور جب علم کا ذکر آتا ہے تو فرمایا : اقرأ وربک الاکرم : یعنی اس پاک ذات کے نام سے پڑھو جو بہت اکرام کرنے والا ہے تو گویا علم کا منشأ صرف ربوبیت نہیں بلکہ وہ رب جو بہت اکرم ہے تو اکرمیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ کو علم دیا گویا منشأ علم صرف ربوبیت نہیں بلکہ اکرمیت بھی ہے اور اکرام یہ ہے کہ اپنے علم سے آپ کو مالامال کیا۔ تمام عناصر اربعہ نباتات، جمادات تخلیق میں آپ کے ساتھ شریک ہیں لیکن آپ کا مابہ الامتیاز علم ہے کہ آپکو علم کی دولت سے مالامال کیا اور یہی وجہ تھی کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو۔ فرشتوں جیسی پاک مخلوق کو حکم ہوا کہ وہ انکو سجدہ کریں گویا انسان کو مسجود الیہ ٹھہرایا اور اس پاکیزہ مخلوق سے انسان کا تعظیم کرایا۔ اسکو گارڈ آف آنر (Guard of Honour) کہتے ہیں تو اس کو سجدہ نہیں کہتے بلکہ تعظیم کہتے ہیں۔ جب فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ان فرشتوں نے کہا کہ یہ فساد کرینگے اور مختلف قسم کے شبہات ان کے ذہن میں تھے لیکن اللہ نے فرمایا کہ "انی اعلم مالاتعلمون" یعنی اس کو میں ایک صفت دونگا جو تمام صفات پر حاوی ہو جائے گا اور وہ صفت علم کی صفت ہے :

"انا عرضنا الامانة علی السمٰوت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان" تو وہ امانت کیا تھی جس کو رب کریم نے یہاں ذکر فرمایا ہے تو وہ امانت وحی الٰہی تھی تو وہ علم جو صرف وحی سے مستفاد ہو وہ صرف انسان کے ساتھ تھا۔ کہ تمام کائنات میں اشرف المخلوقات ٹھہرایا اور زمین میں خلیفہ ٹھہرایا، تو ان تمام صفات کا منشأ وہ علم ہے جو انسان کو دیا، لیکن بدقسمتی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اس علم کو پس پشت ٹھہرایا، نہ اس کو سیکھا اور نہ اس پر

عمل کیا۔ سائنس ، ٹیکنالوجی، جغرافیہ ، فزکس ، کمسٹری یہ بھی علوم میں شامل ہیں ۔ انبیاء علیھم السلام نے ضمناً انکی طرف بھی اشارہ کیا ہے لیکن اصل علوم جنکی تعلیم انبیاء علیھم السلام نے دی ہے وہ علم وحی کی علم ہے اور قرآن وسنت کی تعلیم ہے جو دنیااور آخرت کی نجات کاذریعہ ہے۔

تو میرے محترم بھائیو! آج کروڑوں انسانوں میں آپ لوگوں کاانتخاب ہوا ہے حالانکہ دنیا میں ہزاروں کروڑوں انسانوں کااس علم سے تعلق نہیں۔ اللہ نے آپ کے والدین کے دلوں میں ڈالا کہ آپ کو علم کی حصول کیلئے بھیج دیں حالانکہ وہ بوڑھے ہیں ان کو آپکی خدمت کی ضرورت ہے لیکن پھر بھی آپ کو یہاں بھیجا تاکہ آپ علم حاصل کریں گویا یہ انتخاب الھی ہے کہ آپ یہاں علم حاصل کرنے آئے ہیں گویا آپ کو اللہ نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے چن لیا ہے۔ جس طرح نبوت وھبی شئی ہے یہ کسب سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اگر اربوں انسان مل کر کسی کو نبی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے۔ اس طرح آپ کی بھی سلیکشن ہوگئی ہے تو جس طرح نبوت وھبی شئی ہے اسی طرح انبیاءؑ کی وراثت بھی وھبی شئی ہے اور طلباء کاانتخاب بھی وھبی ہے۔

آج نہ تو علم حاصل کرنے کیلئے حالات مناسب ہیں ، نہ تحریض ہے۔ مشکلات اور تکالیف ہیں پھر بھی ان حالات میں علم حاصل کرنا اللہ کی مہربانی ہے۔ تو محترم طلباء! جب اللہ نے آپ کو چن لیا ہے تو علم حاصل کرنے میں خوب محنت کریں۔ اس علم کو اپنے اندر جذب کریں اور ساری دنیامیں اس علم کو پھیلائیں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے انبیاء علیھم السلام کاوارث آپ لوگوں کو ٹھہرایا۔

دنیامیں جو بڑا مالدار ہے وہ قارون کاوارث ہے۔ جو بڑا حکمران ہے وہ ھامان کا جانشین ہے اور ایسے لوگ کلنٹن اور یلسن کے وارث ہیں۔ انکی وراثت صبح تو ہوتی ہے لیکن شام کو ہاتھ سے چلی جاتی ہے اور شام ہوتی ہے تو صبح ختم ہوجاتی ہے۔ جب آپ نبی کے وارث ہیں تو وارث پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو مورث پر ہوتی ہے۔ انبیاء نبوت کا فریضہ تکالیف اور پریشانیوں سے پورا کرتے۔ حضور اقدس ﷺ پر نماز کی حالت میں غلاظت سے بھری ہوئی اوجھڑی رکھی گئی۔ دعوت کے وقت ان پر پتھر برساتے۔ گوبر برساتے ،ان کو آروں سے چھیرا گیا لیکن وہ اپنے مقاصد پر ڈٹے رہے۔ تو آج آپ بھی ان کے وارث ہیں اس لئے ان نامساعد حالات میں اپنے آپ کو حالات کا

مقابلہ کرنے کیلئے تیار رکھیں۔ چاہئے جس طرح حالات بھی آئیں لیکن اپنے مقصد پر ڈٹے رہیں اور یہ اللہ کی سنت ہے کہ جس کو بڑا منصب دیتا ہے اس کو اتنی ہی تکالیف میں رکھتا ہے۔ مختلف قسم کے امتحانات اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور یہ تکالیف آزمائش ہوتی ہیں جو کوئی اس کو برداشت کرتا ہے اللہ اس کو عظیم مرتبہ اور درجہ سے نوازتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم سراسر عزت ہے اس میں ذلت نہیں۔ لیکن اس کا حصول تکالیف کے بغیر نہیں۔ فرمایا :

العلم عزلاذل فیه ، یحصل بذل لاعزفیه۔

تو محترم طلباء ! یہ تصور نہ کریں کہ یہاں آنے کے ساتھ ہی راحت شروع ہو جائیگی۔ بلکہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور جو تکالیف ہم پر علم کے راستے میں آئیں تو اس میں ہم اپنے اکابرین کو دیکھیں کہ انہوں نے کتنی تکالیف برداشت کیں۔ امام مالکؒ کو میراث میں والدؒ کا کمرہ ملا اور علم حاصل کرنے کے دوران جب ضرورت ہوتی تو ایک چھت کی ایک ایک کڑی بیچتے اور اس پر گزارہ کرتے۔ امام بخاریؒ نے ایسی حالت میں تحصیل علم کی جو بیان سے باہر ہے۔ ایک مرتبہ امام بخاریؒ درس سے غیر حاضر رہے حالانکہ انکی عادت شریفہ یہ تھی کہ کبھی بھی درس سے غیر حاضر نہ رہتے۔ ان کے ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ وہ تو درس سے غیر حاضر نہیں رہتے کیا وجہ ہے' تو ان کے گھر گئے۔ امام بخاریؒ نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کیا تھا۔ انہوں نے دروازہ پر دستک دی لیکن امام صاحبؒ نے دروازہ نہ کھولا۔ طلباء بار بار دستک دیتے رہے کہ دروازہ کھولیں، لیکن امام بخاریؒ نے دروازہ نہ کھولا اور رو کر فرمایا کہ مجھے شرمندہ مت کریں۔ آج میں درس سے اس لیے غیر حاضر رہا کہ میرا ایک ہی جوڑا ہے جس کو میں نے دھولیا ہے اس لیے میں اندر ننگا بیٹھا ہوا ہوں اور اس انتظار میں ہوں کہ خشک ہو جائے تو پھر اس کو پہن کر باہر نکلوں۔ وہ حضرات تو درکنار ! قریب کے علماء کا حال سنیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا گزراہ کیسا تھا۔ ان کا حال بھی سننے کے قابل ہے۔ وہ دھلی میں پڑھتے تھے جب شام ہوتی تھی تو دھلی کے بازار میں سبزیوں کی دکان کے سامنے کھڑے ہوتے اور سبزی فروش جو بیکار سبزی راستے میں پھینکتے تو یہ حضرات ان سبزیوں کو اٹھاتے ان کو دھوتے اور ان کو ابال کر کھاتے۔ گویا ان گلی سڑی سبزیوں پر

ان کا گزارا تھا۔ ان پر صبر کرتے لیکن علم کے حصول میں کمی آنے نہیں دیتے اور علم کے لحاظ سے، اس طرح تھے کہ متکلمین کے امام تھے۔ انہوں نے علم کلام ایجاد کیا اور ایسا علم کلام ایجاد کیا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آئندہ پانچ سو سال تک اسلام پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور جو اعتراض کریگا اس کا حل مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت والد محترم مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب میرٹھ میں تھا تو وہاں کھانے کا انتظام نہ تھا۔ میرے ساتھ ایک طالب علم نے ایثار کیا اور وہ اپنا کھانا مجھے دیتے تھے اور چھ مہینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ خود فاقہ کرتے لیکن اپنا کھانا مجھے دیتے تھے اس لئے حضرتؒ اپنی خصوصی دعاؤں میں اس کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے کہ وہ ان کے حصول علم کا سبب بنے۔ تو میرے محترم بھائیو! اپنے آپ کو تکالیف اور شدائد کیلئے تیار رکھو۔ حالانکہ آجکل وہ مجاہدے اور تکالیف نہیں جو گذشتہ زمانے میں تھے۔ پرانے زمانے میں دارالعلوم حقانیہ میں پنکھے نہ تھے، نہ سردی سے بچنے کا کوئی خاص ذریعہ تھا۔ بعد میں ہم نے اپنی مصرف سے اس میں پنکھے لگائے تاکہ طلباء کو سہولت ہو۔ بہر حال آج وہ مجاہدے نہیں لیکن پھر بھی جو تکالیف سامنے آئیں ان پر صبر کریں اور ان کو خوشی برداشت کرو۔

محترم طلباء! آج اگر آپ لوگ دیکھیں گے تو معاشرہ میں سب سے آسودہ حال لوگ طلباء وعلماء ہیں۔ طلباء کو کھانا تیار ملتا ہے۔ ان کو پتہ نہیں کہ کہاں سے آتا ہے لوگ مشقت برداشت کرتے ہیں۔ تکالیف میں رہتے ہیں۔ رزق کے حصول کیلئے گھروں کو چھوڑ رکھا ہے لیکن اس معاملہ میں آپ بالکل بے خبر ہیں اور یہ محض اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ لوگوں کو علم کے حصول کیلئے تمام چیزوں سے اور ضروریات سے بے پرواہ کرادیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ میری عمر پندرہ سال کی تھی تو میں اپنے والد کے ہمراہ حج کو گیا میں نے منیٰ یا عرفات میں ایک بزرگ شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔ درمیان میں ایک کتاب رکھی ہوئی میں نے اپنے والدؒ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں تو فرمایا کہ یہ صحابی رسول عبداللہ بن جذء ہیں اور احادیث بیان کر رہے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پہلی حدیث سنی وہ فرمار ہے تھے کہ جو شخص علم کے حصول کیلئے

زندگی وقف کرے اللہ اس کو رزق سے مستغنی کر دیتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اول حدیث تھی کہ صحابی سے سنی۔

میرے بھائیو! علم کے حصول میں سب سے اہم اور بنیادی چیز تصحیح نیت ہے کہ محض اللہ کی رضا مقصود ہو۔ علم سے قضا، افتاء امامت، دنیا کا منصب مقصود نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہو کہ اس علم کو سیکھیں اور تمام دنیا میں اسکی روشنی پھیلائیں۔ قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے : "فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون" یعنی علم سے مقصود اللہ کی مرضیات معلوم کریں اور اس پر عمل کریں اور پھر دنیا کو جائیں اور وحی الٰہی سے لوگوں کے دلوں کو منور کریں، لیکن سب سے پہلے اپنے آپ میں علم کا جذب کرنا ضروری ہے۔ اس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے : زمین کی تین قسمیں ہیں ایک قسم کی زمین وہ ہے جس پر بارش ہوتی ہے تو وہ زمین خوب جاذب ہے اس لئے بارش کے پانی کو خوب اپنے اندر جذب کر دیتی ہے اور پھر اس زمین سے سبزہ کی خوب نشوونما ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی زمین وہ ہے جو پانی کو جذب نہیں کرتی لیکن پانی کو جمع کر دیتی ہے جس کے ذریعہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور تیسری قسم کی زمین وہ ہے جو نہ تو پانی کو جمع کرتی ہے نہ جذب کرتی ہے بلکہ پانی اس کے اوپر چلا جاتا ہے اور اس قسم کی زمین سے نہ اسکی ذات کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ اس سے دوسروں کو پہنچتا ہے۔ تو ایسی مثال طالب علم کی بھی ہے۔ بعض طالب علم ایسے ہوتے ہیں کہ وحی الٰہی کو سیکھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لیکن پہلے سے یہ علوم نہ تھے اور اس کے اخلاق وعادات درست نہ تھے لیکن جب علوم نبوی کو اپنے اندر جذب کیا تو اس کے اخلاق وعادات، اعمال، شکل وشباہت سب سرسبز وشاداب ہوئے۔ تو انسان کیلئے حیات روحانی وحی ہے پس جب طالب علم نے علم سیکھا تو اس کا سارا نقشہ بدلا، اس کے اخلاق، اس کا لباس، اسکی وضع ورفع اور لوگ اس کو دیکھیں تو اللہ یاد آجائے۔ اسی طرح دوسری قسم کی زمین میں صرف پانی جمع رہتا ہے حالانکہ وہ زمین نشوونما نہیں کر سکتی اسی طرح بعض طالب علم بھی دوسرے درجے کے ہوتے ہیں جو خود تو اس پر عمل نہیں کرتے لیکن علم کو پورا حاصل کرتے ہیں پھر اس علم کو دنیا میں پھیلاتے ہیں۔

تالیف، تصنیف کے ذریعے، تبلیغ کے ذریعہ اور مختلف ذریعوں سے علم کی اشاعت کرتے ہیں۔
تیسری قسم کی زمین پتھریلی زمین ہے جو پانی کو نہ جمع کر سکتی ہے نہ جذب کر سکتی ہے۔ تو بعض طالب علم بھی تیسرے درجے کے ہوتے ہیں کہ نہ علم سیکھتے ہیں اور نہ اس کو پھیلاتے ہیں تو اللہ ہمیں پہلے نمبر کا طالب علم بنائے لیکن یہ تب ہوگا کہ ہماری نیت صحیح ہو۔ اور جب نیت صحیح ہوگی تو ہم میں للھیت پیدا ہوگی اور اخلاص اور تقویٰ نصیب ہوگا۔ ہمارے مفتی محمد فرید صاحب فرماتے تھے کہ جب ان کو دارالعلوم میں بلا رہے تھے وہ دوسرے مدرسہ میں تھے۔ شرح جامی پڑھاتے تھے۔ مولانا نے کہا کہ اس مدرسہ کو چھوڑ کر یہاں آؤ۔ تو مفتی صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں پریشان تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ تو خواب دیکھا کہ دارالعلوم کے گیٹ پر بڑا دروازہ بنا ہے اس پر بینر لگا ہوا ہے اور اس پر لکھا ہے کہ "من دخلہ کان امنا" کہ جو دارالعلوم میں داخل ہو وہ امن میں رہے گا۔ اس وجہ سے میں یہاں دارالعلوم آیا۔

دنیا فتنوں کی جگہ ہے۔ "ظہر الفساد فی البر والبحر" دارالعلوم میں علمی اور درس کا ماحول ہے۔ ترکی کے طلباء استنبول سے آئے ہیں نوجوان ہیں۔ استنبول دارالخلافہ تھا خلافت عثمانیہ کا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کراچی، لاہور، اسلام آباد اور پاکستان کے دیگر کئی مدارس دیکھے لیکن وہاں یہ سکون اور ماحول نہ تھا۔ ہم دینی ماحول چاہتے ہیں۔ جب یہاں آئے تو ایک سکون محسوس کیا۔ یہ دینی ماحول اور ایسے اساتذہ کو غنیمت سمجھیں۔ اس لئے وقت کی قدر کریں۔ ایک منٹ دوبارہ نہ آئیگا۔ ہمارے ایک بزرگ تھے وہ کہتے تھے کہ وقت کی قضا نہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق الاوقات دو چیزیں ہیں۔ حقوق اللہ کی قضا ہے۔ ظہر کا وقت ہے جب فوت ہو جائے تو ادا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ گناہ ہے لیکن قضا ہے۔ روزہ ہے فوت ہوا اللہ کا حق ہے۔ شوال میں دوبارہ رکھو۔ حج فوت ہوا دوسرے سال اس کو ادا کرلو گے۔ جہاد کو نہ چلے تو آئندہ موقع پر جہاد کو چلے جاؤ گے۔ لیکن وقت کا حق یہ ہے کہ صحیح مصرف میں اسکا استعمال کرو۔ ظہر کا سارا وقت ضائع ہوا تو اسکی قضا نہیں وہ چلا گیا۔ وقت انسان کو ختم کرتا ہے۔ ایک بزرگ کہتا ہے : "الوقت سیف اماتقطعه اویقطعک" یا تو تم اسکی حفاظت کرلو گے۔ سبق پڑھا۔ گھنٹہ کو ضائع نہ کیا تو گویا اس کو محفوظ کیا، اسکی حفاظت

ی۔ قربانی کیلئے اپنے آپ کو تیار کریں۔تکالیف آئیں گی کھانا نہ ملے گا کبھی پینے کا پانی نہ ملے گا۔ کبھی نمک زیادہ ہوگا کبھی کم ہوگا۔ شکر کریں، کہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں بات ڈالی ہے کہ اپنے آپ کو بھوکا چھوڑتے ہیں اور مدرسے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اپنے آپ کو بھوکا رکھتے ہیں اور مدرسے کو بھیجتے ہیں تاکہ طالب علم اس سے سبق پڑھیں تو تم شکر گزار نہیں بنتے۔ "من لم یشکر الناس لم یشکر الله" تو جب ان کا شکریہ ادا نہ کروگے تو اللہ کا شکر ادا نہ کرسکوگے۔ البتہ سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ وقت کا صحیح استعمال ہو کیونکہ وقت دوبارہ نہ ملے گا۔ یہاں دارالعلوم میں ایک ایک منٹ بہت قیمتی ہے اور اگر یہ وقت ضائع ہوا تو پھر اس کا تدارک ممکن نہیں ہے اس بات پر بھی شکر کرو کہ اللہ نے عظیم الشان اساتذہ سے آپ لوگوں کو نوازا ہے جس طرح دیوبند میں اللہ نے اساتذہ کو جمع کیا تھا جو زھد و تقویٰ کے پہاڑ تھے اور آپ کے اساتذہ نے بھی اپنی تمام زندگیاں آپ کیلئے وقف کیں ہیں۔ اور ان کا مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے، اس وجہ سے ان کا فیض پھیل رہا ہے۔ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ یہ اساتذہ کرام کتنے کم روپوں میں گزارا کرتے ہیں حالانکہ انہیں ہزاروں روپوں کی پیش کش ہوتی ہے لیکن یہ ان سے معذرت کرتے ہیں کہ یہاں دارالعلوم میں طلباء کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے اور اسی جذبے کے تحت یہ اساتذہ کرام یہاں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ تو جس طرح کے اساتذہ کرام سے اللہ نے آپ کو نوازا ہے اسی طرح کا ماحول بھی اللہ نے دیا ہے۔ دارالعلوم جیسا ماحول بہت کم جامعات کو نصیب ہوا ہے۔ دارالعلوم امن کا ایک جزیرہ ہے۔ راحت اور سکون کا جزیرہ ہے۔ باہر شہروں میں دیکھیں گے تو فتنے اور فسادات ہیں۔ ہر طرف بے حیائی ہے۔ جلسے ہیں، سیاست ہے، لیکن دارالعلوم کو اللہ نے جزیرہ امن ٹھہرایا ہے، اس لئے اس کی قدر کرو، یہاں ایک روحانی ماحول ہے۔ وہ دوسری جگہ ملنا مشکل ہے۔ تو جب اللہ نے آپ کو ایسا ماحول مہیا کیا اور ایسے اساتذہ سے نوازا تو اب ضروری بات یہ ہے وقت کی قدر کرو، ایک ایک منٹ قیمتی ہے جو کبھی بھی دوبارہ نہ آئیگا۔ (جاری ہے)

جناب لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب

اعلان لاہور...... کیا کھویا، کیا پایا؟

واجپائی آندھی کی طرح آئے اور طوفان کی طرح واپس چلے گئے۔ وہ آئے نہیں لائے گئے تھے۔ ان کی حکومت شاخ نازک کا آشیانہ ہے، امریکہ کی طرف سے چلنے والی آندھی جس کے تنکے کسی وقت بھی بکھیر سکتی ہے۔ حال ہی میں ہونے والے ریاستی انتخابات میں کانگریس کی پانچ ریاستوں میں کامیابی ان کی حکومت کے زوال کی خبر تھی۔ ادھر صدر بل کلنٹن اپنے دوسرے دور اقتدار کے آخری ایام میں کوئی تاریخی کارنامہ سرانجام دینا چاہتے ہیں۔ سیکس سکینڈل نے پہلے ہی ان کا خاصا وقت ضائع کر دیا ہے۔ اب ایشیا ان کا خصوصی ہدف ہے۔ واجپائی کے حالیہ دورے کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیئے۔ "بس ڈپلومیسی" امریکی ایجنڈے کا ہی حصہ ہے۔ واجپائی کے دورے سے پہلے مسٹر ٹالبوٹ کا دورہ پاک و ہند اور ایک اخباری گروپ کی دعوت اور حکومتی معاونت سے بھارتی پارلیمانی وفد کی آمد معنی خیز اقدامات تھے۔ ان ہی دنوں برطانیہ کے شاطر ترین سابقہ سفیر نکلسن برنگٹن اور دہلی میں امریکہ کے پاکستان دشمن سفارتکار فرینک وزنر کی پاکستان میں موجودگی خالی از علت نہ تھی۔ یہ سب واقعات اس امر کی عکاسی کر رہے تھے کہ ایک خاص ایجنڈے پر بڑی سرعت سے عملدرآمد ہو رہا ہے۔

پاکستان اور بھارت کو قریب لانے میں امریکہ کے بے پناہ مفادات پوشیدہ ہیں، جن میں سرفہرست اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنا، نیوکلیئر صلاحیت کو ختم کرنا، افواج پاکستان میں کمی اور ابھرتے ہوئے جذبہ جہاد کو سرد کرنا شامل ہیں۔ ظاہر ہے یہ ٹارگٹ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک مسئلہ کشمیر زندہ ہے جو پاکستان کو ان صلاحیتوں سے دستبردار نہ ہونے کا جواز فراہم کرتا ہے۔ بھارتی نیوکلیئر ایٹمی صلاحیت ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں، کیونکہ بھارت نے تو اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ 1974ء میں ہی کر دیا تھا اور 11 مئی 1998ء کے دھماکے سے پہلے 24 برسوں میں امریکہ نے بھارت سے نیوکلیئر صلاحیت سے دستبردار ہونے کا کبھی مطالبہ نہیں کیا۔ امریکہ اور

برطانیہ بھی چاہتے ہیں کہ بالآخر پاکستان علاقے میں بھارت کی بالادستی قبول کرلے تاکہ بھارت یکسو ہوکر چین کی ابھرتی ہوئی سپرپاور کے سامنے صف آراء ہوسکے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امریکی دفتر خارجہ کی تنظیم نو میں افغانستان کو جنوبی ایشیاء کے شعبے سے منسلک کردیا گیا ہے۔ یعنی دہلی کے رول کو وسیع تر کیا جارہا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ امریکہ اپنے مفادات کے پیش نظر مسئلہ کشمیر کا جلد کوئی حل تلاش کرنے کی فکر میں ہے، کیونکہ اسے برصغیر میں غیر ارادی طور پر ایک نیوکلیئر جنگ چھڑنے کے امکانات کا بھی خوف لاحق ہے، لیکن وہ حل کیسا ہوگا؟

اگر امریکہ کو واقعی کشمیر کے حوالہ سے ایٹمی جنگ کے خطرے نے پریشان کر رکھا ہے تو وہ اسے سیدھے طریقے سے اقوام متحدہ میں کیوں نہیں لے جاتا، لیکن یو این او (UNO) میں تو استصواب رائے کی ہی بات ہوگی لہذا یہ تو طے شدہ ہے کہ امریکہ کی نظر میں کشمیریوں کو عمومی حق رائے دہی حاصل ہونا مسئلے کا حل نہیں۔ ان کی نظر کسی متبادل حل پر جمی ہوئی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ امریکی اہداف اور پاکستانی مفادات میں کون سی یکسانیت ہے...... اور اگر نہیں تو ہم ان سے ہدایات لے کر کیا حاصل کریں گے؟۔ واہگہ سرحد پر واجپائی کے استقبال کے لئے صرف پنجابی وزراء اور حکام کو ہی کیوں لایا گیا؟ روایات کے برعکس پہلی بار دارالحکومت کے بجائے پنجاب کے صدر مقام کو مذاکرات کے لئے کیوں چنا گیا؟ تمام مراحل اور معاملات لاہور میں کیوں طے پائے؟ بھارتی ٹیلی ویژن نے لاہور اور پنجاب کی تکرار کس حکمت کی نشاندہی ہے؟ پنجاب کے تشخص کو پاکستان سے الگ کرکے دکھانا کیوں ضروری تھا؟ یہ سب کچھ بھی محض اتفاق تو نہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ نے بھی پاکستان سے زیادہ لاہور کا ذکر کیا۔ اس سے قبل سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کا دورہ بھی لاہور تک محدود رکھا گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ قومی [illegible] کو ترقی دینے کے بجائے "پنجابیت" اجاگر کرنے کا اہتمام ہورہا ہے۔ پہلی بار ہندوستان سے [illegible] اور مفاہمت کا پرچار کرنے والی سوچ بچار خاص طور پر ابھاری گئی جس سے حوصلہ پاکر پاک و ہند کنفیڈریشن اور مشترکہ کرنسی کا پرچار کرنے والے میدان میں آگئے اور عنقریب ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگانے والے بھی راگ الاپنے لگیں گے۔ اگرچہ ابھی یہ سوچ بالائی سطح پر مراعات یافتہ طبقے تک ہی محدود ہے جو اپنے

مفادات کی خاطر ہر اخلاقی اور نظریاتی حد پھلانگ سکتا ہے، مگر تعجب ہے کہ یہ سوچ حکومتی اداروں
کے پروپیگنڈے کے بل پر عوام میں راسخ کرنے کی بھی کوششیں کی جارہی ہیں۔ کیا قوم کو نظریاتی
طور پر تقسیم کرنے کی سازش ہو رہی ہے؟ یہ خطرہ اب ہمارے سر پر آپہنچا ہے کہ مفاد پرست طبقہ
خواہ حکومتی ہو یا اپوزیشن، پاکستان کی نظریاتی اساس کو ہی قربان نہ کر ڈالے۔ یہ تو مسئلہ کشمیر اور
ایٹمی پروگرام کے رول بیک ہونے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کہیں نظریہ پاکستان ہی رول بیک نہ
ہو جائے! (خدانخواستہ)۔ مذاکرات کا عمل ضرور جاری رہنا چاہئیے لیکن دوسروں کے مسلط کردہ
مذاکرات سے ہمیں ہمیشہ نقصان ہوا۔ حالیہ مذاکرات میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ پاکستان اور
کشمیریوں کی سوچ میں خلا پیدا ہوا۔ پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ آل پارٹیز کانفرنس، آزاد کشمیر کی تمام
سیاسی جماعتوں اور کشمیر ایکشن کمیٹی نے ان مذاکرات کو مسترد کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ
پاکستان اور کشمیر کے درمیان جذباتی خلا پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ان کی یقیناً کوشش اور
خواہش ہے کہ کشمیر کو ایسے مقام تک لایا جائے جہاں وہ پاکستان سے بھی متنفر ہو جائے۔ اس موقع پر
امریکہ اپنی آخری چال چل سکتا ہے یعنی کشمیریوں کو حق خود ارادیت اس طرح دلائے کہ کشمیر کی
بدر بانٹ ہو جائے۔ علاقائی استصواب کی بات انہوں نے پہلے ہی چھیڑ رکھی ہے لہذا جہاد کشمیر کو
ہماری سفارتی کوششوں سے نہیں بلکہ اس تصور سے توانائی فراہم ہوتی ہے کہ پاکستان مجاہدین کی
پشت پر موجود ہے لیکن اگر پاکستان اور کشمیر کی سوچ میں فرق آجاتا ہے تو انکی منزلیں بھی الگ
ہو جائیں گی۔ اس فکر سے جہاد کشمیر کو ضعف پہنچتا ہے تو نقصان اور اگر کشمیریوں کا تصور تبدیل ہوتا
ہے تو اس سے بھی بڑا نقصان! واجپائی کو ان مذاکرات سے بہت ریلیف ملا۔ علاقے میں ایٹمی ٹکراؤ
کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، امریکہ مضطرب تھا اور اس کے حوالے سے بھارت پر بین الاقوامی دباؤ تھا،
واجپائی اس دباؤ کو Defuse کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کشمیر کا مسئلہ شملہ معاہدے کے ذریعے حل
کرنے کی بات ہوئی اور ایک بار پھر مسئلہ کشمیر کو دو ممالک کا مسئلہ تسلیم کر لیا گیا۔ ہماری حکومت کچھ
عرصے سے ثالثی کا مطالبہ کر رہی تھی، اگرچہ ثالثی کا مطالبہ بھی غلط تھا۔ ہمارا موقف اقوام متحدہ کی
قراردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر حل کرنا ہے لیکن بھارت اس پر دوطرفہ مذاکرات کی جگالی کر رہا

تھا۔ اب ہم نے اس کی بات مان کر اپنی پوزیشن کمزور کرلی ہے، حالانکہ گذشتہ 27 برس سے شملہ معاہدہ ردی کی ٹوکری میں پڑا تھا، لیکن واجپائی نے اسے پھر زندہ کرالیا۔ بھارت نے دنیا کو یہ باور کرالیا ہے کہ جنوبی ایشیا میں ایٹمی جنگ کا خطرہ ٹل گیا، حالانکہ ہماری ایٹمی صلاحیت کی وجہ سے کشمیر فلیش پوائنٹ بن گیا اور اس کے سیکورٹی کونسل میں جانے کے امکانات پیدا ہوگئے تھے، لیکن ہم نے اپنے ہاتھ سے یہ موقع ضائع کردیا۔

شملہ معاہدہ ایک غیر مساوی معاہدہ Unequal treaty جو شکست خوردہ پاکستان کو حالات کے جبر کے تحت قبول کرنا پڑا۔ 27 سال کے عرصے میں اس معاہدے کے تحت صرف ایک دفعہ (یکم جنوری 94ء کو) خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات ہوئے۔ شملہ معاہدہ کی تخلیق کے ماحول سے اب تک حالات میں زمین و آسمان کا فرق آچکا ہے۔ تب ہم شکست کے صدمے سے دوچار تھے، آدھا ملک گنوا بیٹھے تھے، ہمارے ۹۳ ہزار فوجی بھارت کی قید میں تھے، ملک کے کچھ علاقوں پر بھارتی فوج قابض تھی، بھٹو حکومت قدم جمانے کی تگ و دو کررہی تھی جبکہ مقابلے میں فاتح اندرا گاندھی کی مضبوط حکومت "ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکانے" کے نشے سے سرشار تھی۔ آج ہم ایٹمی پاکستان، ملت اسلامیہ کی آنکھ کا تارا، افغانستان میں روس کی شکست کا باعث، جہاد کشمیر کے جذبوں سے آراستہ اور تاریخی مینڈیٹ کا ملک ہیں۔ وہ لمحات جو ہماری ذلت، رسوائی اور تنہائی کے تھے اور آج ہماری سرخروئی اور سربلندی کے ہیں، کیسے مساوی قرار پاسکتے ہیں؟ شملہ معاہدہ ہماری شرمساری کی یادگار ہے۔ یہ کون سی دانش ہے کہ آج پھر ہم شملہ معاہدہ کی گود میں جاگریں۔ شملہ معاہدہ دراصل Indiira Doctrine کا شاخسانہ ہے جس میں بین السطور جنوبی ایشیا کے ممالک کو دہلی کے ساتھ معاملات نمٹانے ہوں گے۔ دوطرفہ Bilaterlism کے ذریعے دہلی کی محوری حیثیت کو تسلیم کروانا مقصود ہے۔ امریکہ اور برطانیہ واضح طور پر ہمیں اور افغانستان کو دہلی کے مدار (Orbit) میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اقتصادی زبوں حالی اور احساس تنہائی کے دباؤ تلے نیو ورلڈ آرڈر کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، لیکن چین کو یہ ترتیب قبول نہیں۔ اس عظیم ہمسایہ ملک نے بروقت اپنا اعلیٰ سطحی وفد بھیج کر ہماری ڈھارس بندھانے کی کوشش

کی ہے۔ ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ الحمد للہ، ہم افغانستان سے روس کو بھگا چکے ہیں، کشمیر میں نصف سے زائد بھارتی فوج مجاہدین کے نرغے میں ہے اور اسلام آباد کا اثر مشرق وسطیٰ، وسط ایشیا اور جنوبی ایشیا تک پھیل چکا ہے۔ ہمارا نظریہ اور مخصوص محل وقوع ہم کو بھارت سے کہیں زیادہ طاقت فراہم کرتا ہے۔ ایسی صورت میں دہلی کے مفادات کا محافظ شملہ معاہدہ ہمیں فی الفور مسترد کر دینا چاہئیے اسے کامیابی کا سہرا بنا کر ماتھے پر سجانا کسی طور پر مناسب نہیں۔

اعلان لاہور کو قرارداد پاکستان سے بھی بڑا تاریخی واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ واجپائی کے مینار پاکستان کے بیان پر خوشیاں منائی جا رہی ہیں کہ بالآخر بھارت نے پاکستان کو تسلیم کر لیا۔ ہم آخر اس احساس کمتری کا شکار کیوں ہیں؟ کسی کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری اپنی حیثیت ہے۔ ایٹمی صلاحیت، جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کی بدولت خداوند کریم نے ہمیں وہ طاقت فراہم کی ہے کہ تیسری دنیا کا ہمارا جیسا کوئی اور ملک اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہماری قیادت کو احساس ہی نہیں کہ ہم دوستوں اور دشمنوں کی نظر میں کتنے اہم ہیں۔ کیسی ستم ظریفی ہے کہ اعلان لاہور نے کشمیر سمیت پاکستانی مفادات کو شملہ معاہدے کی نذر کر دیا، حتیٰ کہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ البتہ بھارت اور پاکستان نے اپنی اپنی نیوکلیئر صلاحیتوں کو محدود کرنے اور اتفاقیہ جنگ کے امکانات کو روکنے کے معاہدے پر دستخط کر لیے۔ امریکہ کے ایجنڈے پر تو قدم آگے بڑھے لیکن پاکستان بے نیل مرام رہا۔ کشمیر بدستور سسکتا رہا اور مزید مصائب کا منتظر ہے۔ مجاہدین کے اندیشوں میں اضافہ ہوا اور قوم کی بنیادی فکر میں شگاف پڑے۔ پاکستان کو درپیش صورتحال قومی سطح پر دانشمندی، استقامت اور مزاحمت کی متقاضی ہے، لیکن بدقسمتی سے حکومت اور پارلیمانی اپوزیشن دونوں ہی امریکہ کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر میں ہیں۔ محترمہ بینظیر صاحبہ، جناب وزیر اعظم کو گورباچوف کا لقب دیتی ہیں لیکن خود بورس یلسن کا کردار ادا کرنے کیلئے مضطرب ہیں۔ نواز شریف صاحب کی نیت پر شبہ نہیں، مگر اس نازک مقام پر ان کی صلاحیت میں شبہ کی گنجائش موجود ہے۔ وہ مشاورت کے قائل نہیں اور عجلت میں ذاتی فیصلے کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

سوال یہ ہے ان حالات میں قوم کیسے اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو؟ میرے خیال میں رائے عامہ کی بنیاد پر کسی پلیٹ فارم سے حکومت کو قومی مشاورت وصول کرنے پر مجبور کرنا از حد ضروری ہے۔ اب کہ عجلت میں مذاکرات کا آغاز ہو ہی گیا ہے تو ان سے مثبت نتائج نکالنے کے لئے لائحہ عمل مرتب کیا جائے جو مندرجہ ذیل خطوط پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

(1)۔ قومی اہمیت کے معاہدوں کی توثیق (Ratification) کا طریقہ فوراً تبدیل کر دیا جائے اور پارلیمنٹ کی منظوری ضروری قرار دی جائے۔ اس وقت تو محض دفتر خارجہ ہی یہ کام کر گزرتا ہے جیسا کہ سی ڈبلیو سی (CWC) کی توثیق کے سلسلے میں کیا گیا، حد یہ ہے کہ کابینہ تک کو اعتماد میں نہ لیا گیا۔ (2)۔ مذاکرات محض مسئلہ کشمیر کے حل تک محدود رکھے جائیں اور وقت کے پابند (Time bound) ہوں۔ 24 ستمبر 1999ء، سی ٹی بی ٹی (CTBT) پر دستخط کی آخری تاریخ ہے۔ اس لیے یکم ستمبر 1999ء تک مذاکرات کسی حتمی فیصلے تک پہنچ جانے چاہئیں۔ (3)۔ امریکہ اور بھارت پر واضح کر دیا جائے کہ اگر اس بار بھی مذاکرات ناکام ہوئے تو ہم صرف یو این او سے بات کریں گے اور وہ بھی کشمیر پر موجود ریزولیوشن پر عملدرآمد سے متعلق۔ (4)۔ دونوں طرف کی کشمیری قیادت کو فوراً اعتماد میں لیا جائے اور مشاورت میں شامل کیا جائے۔ (5)۔ کشمیر میں انسانی حقوق کی بحالی کیلئے ہر وہ قدم اٹھایا جائے جس کی ضرورت ہے۔ (6)۔ مذاکرات کی ناکامی کی شکل میں آزاد کشمیر کو اجازت ہو کہ وہ باقاعدہ اعلان جہاد کرے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس جہاد میں شرکت کی دعوت دے۔ اگر ہماری نئی حکمت عملی سے امریکہ اور بین الاقوامی برادری کو تشویش لاحق ہو تو وہ کشمیر کا جائز حل تلاش کریں۔ محض وقت گزاری کے حیلے بہانے نہ ڈھونڈیں، کشمیری اپنے ووٹ کا حق ہی تو مانگتا ہے۔ دنیا کیوں اسے اس حق سے محروم رکھنے پر مصر ہے۔

(7)۔ "خاموش ڈپلومیسی" کا ڈھونگ فوراً ختم کر دیا جائے کہ اس کے پردے میں قوم کے خلاف جرم چھپائے جانے کا اندیشہ ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ قوم ہمہ وقت بیدار رہے کیونکہ خوابیدہ قوموں کے ساتھ وارداتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ سقوط ڈھاکا، غرناطہ، بغداد اور بے شمار ایسی ہی المناک داستانیں امت مسلمہ کی خوابیدگی کے نتیجے میں ہی رقم ہوئی تھیں۔

ضروری اعلان

محدث اعظم، محقق العصر، ترمذیٔ وقت، شیخ الحدیث و التفسیر

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالیٰ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

کی سوانح حیات ترتیب دینے کیلئے ہمیں آپ حضرات کا تعاون درکار ہے۔ اس سلسلے میں تمام قارئین سے بالعموم اور حضرت شیخؒ کے تلامذہ واحباب سے بالخصوص یہ گذارش ہے کہ اگر آپ کے پاس حضرت شیخؒ کی کوئی تحریر، واقعہ، خواب، اشعار، دورانِ درس کی کوئی بات، خط، مضمون یا ان سے متعلقہ کسی کی بھی تحریر یا اشعار وغیرہ ہوں تو ہمیں ذیل میں دیئے گئے پتے پر ارسال فرمائیں۔ خط میں اپنا نام پتہ اور مختصر تعارف بھی ضرور تحریر فرمائیں۔

امید ہے تمام حضرات، حضرت شیخؒ کا حق سمجھتے ہوئے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں گے تاکہ اس عظیم المرتبت علمی و روحانی شخصیت کی سوانح حیات شایانِ شان طریقے سے ترتیب دی جاسکے اور ہمارے لئے بھی دعا فرماتے رہیں گے کہ اللہ ہم تمام برادران سے بھی دین کا کام لیتا رہے اور والد محترمؒ کی دو صد سے زائد تصانیف کی احسن طریقے سے طباعت کی توفیق بھی دے۔

نوٹ۔ والد محترمؒ کے تلامذہ سے خصوصی درخواست ہے کہ ان کے پاس اگر حضرت شیخؒ سے پڑھی ہوئی کسی بھی کتاب کی کوئی درسی تقریر موجود ہو تو اس کی ایک عدد نقل ہمیں بھی ضرور ارسال فرمائیں۔ ان شاء اللہ انہیں بھی طبع کروایا جائیگا۔ جزاکم اللہ أحسن الجزاء.

طالب دعا

عبدِ ضعیف محمد زبیر روحانی بازی استاذ الفنون، جامعہ اشرفیہ

ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

مکان نمبر ۴ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ۵۴۶۰۰

فون نمبر ۷۵۸۱۶۸۱ - (۰۴۲)

جناب حامد میر صاحب

خلافت عثمانیہ کے خاتمے میں شاہ حسین کے خاندان کا کردار

وہ اپنے باپ کی ناجائز اولاد تھا لیکن مسلمانوں کے خلاف اپنے کارناموں کے باعث ہیرو بن گیا۔ انگریزوں اور یہودیوں کے اس ہیرو کا نام کرنل لارنس تھا جو لارنس آف عریبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ کرنل لارنس نے خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے علاوہ اسرائیل کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ اردن کے مرحوم شاہ حسین کے پڑدادا شریف حسین نے کرنل لارنس کیلئے جو خدمات سرانجام دیں وہ بھی قابل ذکر ہیں۔ کرنل لارنس کا باپ چیپ مین اور ماں ایڈتھ آئرلینڈ کے رہنے والے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ میں شادی کے بغیر عورت اور مرد کے تعلقات کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لہذا لارنس کے والدین کے باہمی تعلقات منظر عام پر آئے تو بدنامی کے خوف سے انہیں آئرلینڈ چھوڑ کر ویلز آنا پڑا۔ جہاں ۱۸۸۸ء میں لارنس پیدا ہوا۔ ٹی ای لارنس نے آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کی اور ڈی جی ہوگرتھ نے اسے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کیلئے تیار کیا۔ لارنس مردانہ صلاحیتوں سے بھی محروم تھا لہذا اپنے آپ کو منوانے کیلئے اس نے بہت محنت کی اور عربی و ترکی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ 1910ء میں وہ برطانیہ کے محکمہ آثار قدیمہ کا افسر بن کر بیروت پہنچا۔ 1916ء میں دریائے دجلہ کے کنارے ترک فوج نے برطانوی فوج کو عبرتناک شکست دی اور دس ہزار برطانوی سپاہی گرفتار کر لئے۔ کرنل لارنس نے دس لاکھ پاؤنڈ کے عوض ترک کمانڈر خلیل پاشا کی قید سے اپنے سپاہی رہا کروانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس ناکامی کے بعد اس نے عربوں کو ترکوں کیخلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اس نے ایک عرب عالم دین کا روپ دھار لیا اور عربوں کو ان کی عظمت کا احساس دلا کر ترکوں کیخلاف بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ اس نے مختلف عرب قبائل کو برطانیہ کی حمایت کے علاوہ مالی امداد کی پیشکش بھی کی۔ لارنس نے ترکوں کی طرف سے مقرر کردہ حجاز کے گورنر شریف حسین سے پہلے ہی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ شریف حسین کرنل لارنس کو اپنا تیسرا بیٹا قرار دیتا تھا۔ کرنل لارنس کی ملی بھگت سے شریف حسین نے خلافت عثمانیہ کے خلاف 1917ء میں بغاوت کر دی اور مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ ترک کمانڈر فخری پاشا کو گرفتار کر لیا گیا۔ شریف حسین نے مکہ میں ڈیرے جمائے اور مدینہ منورہ کا چارج اپنے بیٹے عبداللہ کے حوالے کیا۔ دونوں باپ بیٹا انتہائی نااہل اور بدمزاج تھے۔ برطانوی فوج کو محسوس ہوا کہ شریف حسین اور عبداللہ عرب قبائل میں ناپسندیدہ بنتے

جارہے ہیں۔ شریف حسین امیر المؤمنین بننے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ انگریزوں نے اس کے مقابلے پر آل سعود کے شہزادے عبدالعزیز کی مدد کی اور 1924ء میں عبدالعزیز نے شریف حسین اور عبداللہ کو حجاز سے نکال دیا۔ عبدالعزیز کی طاقت میں اضافہ روکنے کیلئے شریف حسین کے بیٹے عبداللہ کو اردن اور دوسرے بیٹے فیصل کو عراق کا حکمران بنایا گیا۔ فیصل اپنی حکومت برقرار نہ رکھ سکا لیکن عبداللہ نے برطانیہ کی مدد سے اپنی حکومت قائم رکھی۔ بعد ازاں اس کا بیٹا طلال حکمران بنا اور پھر طلال سے حسین کو اقتدار منتقل ہوا۔ شاہ حسین نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھا جو اردن کا نیا حکمران بن چکا ہے۔ عبداللہ کو حکمران بنانے کی اصل وجہ وہ نفرت ہے جو اردن کے شاہی خاندان اور سعودی عرب کے شاہی خاندان میں پائی جاتی ہے۔ شاہ حسین کا خیال تھا کہ مکہ اور مدینہ ان کے خاندان کی میراث ہیں کیونکہ یہاں شریف حسین اور عبداللہ بن حسین کی حکومت تھی۔ وہ تمام عمر امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر کنٹرول کرنے کے خواب دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنے بھائی حسن بن طلال کی جگہ بڑے بیٹے عبداللہ بن حسین کو ولی عہد اسی لئے بنایا تاکہ وہ اپنے ایک بزرگ عبداللہ بن حسین کو نہ بھولے جسے شاہ عبدالعزیز نے مدینے سے مار نکالا تھا۔ مغربی طاقتوں کی طرف سے عبداللہ کو ولی عہد بنوانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سعودی عرب کے موجودہ شاہی خاندان پر ایک غیر محسوس دباؤ برقرار رکھا جائے کرنل لارنس نے عربوں کو تقسیم کیا اور ان میں شہنشاہیت کو رواج دیا۔ وہ جانتا تھا کہ شہنشاہیت اسلام کی روح کے خلاف ہے اور مسلمان حکمرانوں کو عوام سے دور رکھنے کیلئے انہیں خلیفہ کی بجائے بادشاہ بنانا بہتر ہے۔ اس کی چال کامیاب رہی اور خلافت عثمانیہ ختم ہوگئی۔ خلافت کے خاتمے کے کچھ عرصہ بعد 1935ء میں کرنل لارنس ایک حادثے میں مارا گیا۔ کرنل لارنس کا جسمانی وجود ختم ہو چکا ہے، لیکن اسرائیل کرنل لارنس کے سیاسی وجود کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ اگر ہم اپنے گرد وپیش پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں شریف حسین اور کرنل لارنس جیسے بہت سے کردار نظر آئیں گے۔ بہت سال پہلے ان کرداروں نے عربوں کو تقسیم کیا تھا۔ آج یہ کردار پاکستان کے ساتھ ساتھ افغانستان، جموں کشمیر کو بھی تقسیم کرنے کے درپے ہیں۔ جموں کو بھارت کے 'آزاد کشمیر کو پاکستان کے حوالے کرنے اور وادی کشمیر کی ایک چھوٹی سی آزاد ریاست بنانے کے منصوبے کے پیچھے وہی مقاصد ہیں جو اسرائیل کے لئے تھے۔ ہمیں دور جدید کے شریف حسین اور کرنل لارنس صرف پہچاننے نہیں بلکہ ختم بھی کرنا ہوں گے تاکہ ہمیں تقسیم کرنے اور لڑانے کی سازشیں اپنی موت آپ مر جائیں۔ (بشکریہ روزنامہ "اوصاف")

جناب لفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ محمد اعظم صاحب

تعلیم اور قومی زُبان

انگریزی بین الاقوامی رابطے کی زبان ہے اور اسکی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دنیائے ا ئنس اور علم وادب کے اس قدر وسیع ذخائر انگریزی زبان میں موجود ہیں کہ ان سے استفادہ کئے ر بعض شعبوں میں ترقی ممکن نہیں۔ انگریزی دنیا کے ہر حصے میں پڑھی، لکھی اور سمجھی جاتی ہے ر ہمیں بھی اسے حصول علم کے لئے پڑھنا چاہیئے مگر بدقسمتی سے انگریزی ہمارے ہاں علمی زبان کی ائے Status Symbol یا مرتبے کی علامت کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ انگریززدگی نے ہمارے واشرے میں آزادی سے پہلے اس قدر وسعت اختیار نہیں کی تھی جتنی آزادی کے بعد کے سالوں ں کی اس کا اندازہ ملک میں کھمبیوں کی طرح اگ آنے والے ان انگریزی سکولوں کی تعداد سے کیا اسکتا ہے جن کا دائرہ چھوٹے چھوٹے قصبوں تک پھیلتا چلا جارہا ہے۔ ہر سکول کا اپنا اپنا سلیبس اور نی اپنی کتابیں ہیں۔ قومی سطح پر کوئی مربوط تعلیمی پالیسی نہیں۔ کوئی پاکستانی بچوں کو سنیئر کیمرج کے لئے تیار کر رہا ہے تو کوئی اور "او" لیول کے لئے۔ ایسی ایسی کتابیں ان بچوں کو پڑھائی جارہی ہیں جن کا نکے ماحول، ان کے معاشرے ان کی مذہبی اقدار سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ بعض اوقات یہ سوچ یشان کر دیتی ہے کہ ہم کدھر جارہے ہیں لگتا ہے ہمارا طریقہ تعلیم قوم کو انگلش میڈیم اور اردو یڈیم طبقوں میں تقسیم کر رہا ہے۔ انگریزی پڑھ کر حکومت کرنے والا ایک طبقہ اور انگریزی نہ پڑھ محکوم رہنے والا دوسرا طبقہ۔ ہم جس دین حق کے پیروکار ہیں اس میں تو ایسی کسی تقسیم کا تصور وجود نہیں۔ بندہ اور بندہ نواز میں کوئی فرق نہیں۔ کوئی ایک فرد دوسرے سے افضل نہیں سوائے ں کے جو متقی ہے۔

ہندوستان میں اگر انگریزی نے قومی رابطے کی زبان کا درجہ اختیار کیا ہوا ہے تو اس کی کئی وہ ہیں۔ ہندوستان میں درجنوں قومیں بستی ہیں جو بیسیوں زبانیں بولتی ہیں ان کے رنگ، نسل خوراک، زبان، بودوباش اور رسوم ورواج میں کوئی ہم آہنگی نہیں۔ وہ سب ایک دوسرے سے

مختلف ہیں۔ان کے نسلی اور لسانی تضادات کی خلیج اس قدر وسیع ہے کہ زبان کا مسئلہ حل کرنے کیلئے ان کے پاس سوائے انگریزی کے اور کوئی غیر متنازعہ ذریعہ موجود نہیں۔ ہماری اردو یا تقسیم ہند سے پہلے کی ہندوستانی جو کسی حد تک آجکل ان کی فلموں کی زبان ہے بڑی آسانی سے ہندوستان کی قومی زبان کا درجہ اختیار کر سکتی تھی۔ مگر ہندوانہ تعصب کو یہ گوارانہ تھا۔انہوں نے ملک کی مروجہ زبان میں متروک سنسکرت کے اس قدر الفاظ بھر دیئے کہ جسے خود ہندو بھی سمجھ نہیں پاتے۔اردو جو خلیج کی ریاستوں سے لیکر سنگاپور تک بولی اور سمجھی جاتی ہے مسلمانوں کی زبان سمجھ کر اس کو اسکی جنم بھومی سے دیس نکالا دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر ان تمام کوششوں کے باوجود اس کے سمجھنے اور بولنے والوں کا حلقہ کم نہیں ہوا بلکہ بڑھا ہے۔ ہمارا نودولتیہ طبقہ جو آجکل ہندوستانی سیٹلائٹ چینلز پر ہر ہندوستانی کو روانی سے انگریزی بولتے دیکھ کر یک گونہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں پاتا کہ انگریزی ہندوستانیوں کی مجبوری ہے ان کی جنوبی اور مشرقی ریاستوں کو ہندی قبول نہیں ۔ ہمارا مسئلہ ہندوستان سے مختلف ہے۔ ہمارے چاروں صوبوں کی علاقائی زبانیں گو مختلف ہیں مگر اس ملک کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں اردو بولی یا سمجھی نہ جاتی ہو۔ صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات کے انتہائی دور افتادہ دیہات میں بھی آپ کو اردو بولنے اور سمجھنے والے لوگ مل جائیں گے ۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور خلیج کی دوسری ریاستوں میں اردو رابطے کی دوسری بڑی زبان کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ افغان جہاد کے بعد افغانستان کی تقریباً ایک تہائی آبادی اردو بول اور سمجھ لیتی ہے۔ اردو ہندوستان کے علاوہ بنگلہ دیش، برما، سری لنکا، ملیشیا اور سنگاپور تک سمجھی اور بولی جاتی ہے اردو کی ترویج میں ہندوستان سے باہر ان ملکوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ہندوستانی فلموں نے بھی ایک کردار ادا کیا ہے۔ دانستہ یا نادانستہ اردو سمجھنے والوں کے حلقہ کو وسعت دینے میں ہندوستانی فلموں کے رول کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کم عمر ہونے کے باوجود اردو چینی اور انگریزی کے بعد دنیا کی تیسری بڑی زبان مانی جاتی ہے۔ اس کا ادبی سرمایہ اپنے اندر ایسے ادب پارے رکھتا ہے جو دنیا کی کسی ترقی یافتہ زبان کے ادب کے مقابلے میں رکھے جاسکتے ہیں۔ کم مائیگی کا احساس صرف سائنس اور دوسرے ٹیکنیکی جدید علوم کے حوالے سے ہوتا ہے۔ جس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔

۳۰۰

انگریزوں کے جانے کے بعد ہمارے حکمران طبقے نے اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے خود اردو کو پنپنے نہیں دیا ورنہ حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں میڈیکل، انجینئرنگ اور دوسرے تمام سائنسی مضامین اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ ہمارے ہاں جو کچھ تھوڑی بہت پیش رفت ہوئی ہے وہ کافی نہیں اور اس میں حکومت کا حصہ بہر حال نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم قومی زبان کے حوالے سے خوش قسمت یوں ہیں کہ اردو کسی علاقے کی زبان نہیں مگر ملک کے ہر کونے میں پڑھی، لکھی اور سمجھی جاتی ہے۔ ذخیرہ الفاظ کے لحاظ سے اس میں علاقائی زبانوں کے بہت سے مشترک الفاظ موجود ہیں جس سے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے جہاں تک اردو کے دفتری زبان بننے کی صلاحیتوں کا تعلق ہے سوائے سندھ کے تمام صوبوں میں تحصیل اور نیچے کی سطح کا سارا کام اردو میں ہوتا ہے بلکہ پاکستان بننے سے پہلے بھی ہوتا تھا۔ تمام تھانے، پٹوار خانے، تحصیل اور نچلی سطح کی عدالتوں کا ریکارڈ پنجاب، سرحد اور بلوچستان میں اردو میں رکھا جاتا ہے۔ سوائے سندھ کے جہاں اس سطح پر سندھی زبان مستعمل ہے۔

ملک میں انگریزی میڈیم اور اردو میڈیم کی طبقاتی تقسیم کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حاکموں کی زبان انگریزی ہے اور اپنے بچوں کو حاکم دیکھنے کی خواہشمند ہر ماں اور باپ استطاعت نہ رکھنے کے باوجود تمام جائز اور ناجائز ذرائع استعمال میں لاتے ہوئے انگریزی سکولوں کا رخ کرتے ہیں۔ یہ صورتحال پاکستان بننے سے پہلے نہ تھی۔ غلامی میں ہماری قدریں زیادہ محترم تھیں۔ ہم بہتر مسلمان، بہتر شہری اور بہتر سرکاری اہلکار تھے، مگر آزادی نے ہمارے تمام رویئے بدل دیئے ہیں۔ ساری قدریں تبدیل کر کے رکھ دی ہیں جس کا خمیازہ ہم دنیا میں نقل میں نمبر 1 کرپشن میں چند سال پہلے نمبر 2 اور کسی اور اسی قبیل کی غلط روی میں تیسرے نمبر کا اعزاز حاصل کر کے بھگت رہے ہیں جو کسی خود دار اور باعزت قوم کیلئے کسی طور باعث فخر نہیں۔ دُبئی دنیا کا وہ ملک ہے جہاں داخلے کے لئے پیشگی ویزا لے کر آنے کی ضرورت نہیں مگر ہم پاکستانیوں پر اس رعایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس ساری بدنامی اور بے راہ روی کی اور بھی کئی وجوہات ہیں مگر بڑی وجہ بڑھتا ہوا معاشی فرق اور وہ محرومی ہے جس نے لاتعداد معاشرتی مسائل پیدا کر رکھے ہیں اور جس کی جڑیں ہمارے

تعلیمی نظام میں پیوست ہیں۔ حکومتی سطح پر ہم ہر بچے کو برابری کے تعلیمی مواقع مہیا نہ کر کے ایک بہت بڑی ناانصافی کے مرتکب ہو رہے ہیں جو اسلامی عدل اور احسان کی تعلیمات سے سراسر انحراف کے مترادف ہے۔ انگریزی سکولوں میں بچوں کو بھیجنے والے والدین میں سے کیا کسی نے کبھی یہ محسوس کیا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں پر پانچ پانچ سات سات کلو کے وزنی بستے لاد کر ان سے زیادتی تو نہیں کر رہے، کیا انہوں نے کبھی سوچا ہے کہ وہ بچہ جو گھر میں سندھی، پشتو، بلوچی یا پنجابی بولتا ہے باہر اردو میں بات کرتا ہے۔ سکول کے پہلے دوسرے سال میں اسے انگریزی اور آدھ درجن دیگر مضامین پڑھا کر وہ اس کا استحصال تو نہیں کر رہے۔ اسکے چھوٹے سے ذہن پر اسقدر بوجھ ڈالنا ایسا ہے جیسے کسی نحیف و ناتواں جسم پر منوں بوجھ لاد دیا جائے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ پرائمری کی سطح تک تعلیم علاقائی یا قومی زبان میں ہو اور پڑھائے جانے والے مضامین کی تعداد دو تین سے زیادہ نہ ہو۔ پرائمری کے بعد ہائی سکول تک کی تعلیم قومی زبان میں ہو جس میں اختیاری مضمون بے شک انگریزی ہو تا کہ کالج کی سطح تک تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند قابل اور ذہین طلباء آگے اپنے مضامین انگریزی میں پڑھ سکیں۔ آجکل سیکنڈری بورڈ کے امتحانات میں انگریزی کو لازمی مضمون قرار دے کر ہم ہر سال تقریباً ستر (۷۰) فیصد بچوں کو انگریزی میں فیل ہوتا دیکھتے ہیں جس سے نہ صرف نوجوانوں میں شدید محرومی کا احساس پیدا ہوتا ہے بلکہ ان کے والدین کے لئے بھی ذہنی اور مالی پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ کالج کی سطح تک ہر کسی کو بے مقصد تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئیے اور یہ فیصلہ میٹرک کے بعد ہونا چاہئیے کہ کس کو کالج میں داخلہ دیا جائے اور کس کو زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھیج دیا جائے۔ اس سے کم از کم یہ تو ہو گا کہ وہ لاکھوں بے روزگار جو ڈگریاں ہاتھوں میں لئے ملازمتوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں بروقت برسر روزگار ہو سکیں گے۔ کسی مضمون میں کالج کی سطح تک تعلیم حاصل کرنے کیلئے امیدوار کو داخلے اور رجحان طبع کے امتحان سے گزر کر جانا چاہئیے تا کہ صرف مستحق اور بلند تر ذہنی سطح کے طلباء داخلہ حاصل کر سکیں جو آگے چل کر زندگی کے مختلف شعبوں میں ملک کے کام آسکیں۔

ہمارے ہاں بعض ایسے ادارے ہیں جہاں انگریزی کو آج بھی بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے

ایک خط کا ڈرافٹ کئی بار انگریزی کی درستی کے مرحلے سے گذر کر اتنی ہی بار ٹائپ ہوتا ہے اور پھر بھی ڈر رہتا ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ گئی ہو۔ اگر سوچیں تو کیا یہ توانائیوں کا زیاں نہیں ہے۔ ہمیں اپنی بات اپنے ہم وطن تک پہنچانے کیلئے زبان غیر کا سہارا لینے کا کیا جواز ہے۔

اپنی تربیت کے ابتدائی ایام میں ہمارے ہاں انگریزوں کی طرح انگریزی بولنے پر بڑا زور تھا جس سے ہمارے ایک استاد بہت چڑتے تھے وہ آکسفورڈ اور تہران سے انگریزی اور فارسی ادبیات میں پی ایچ ڈی تھے ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی پاکستانی انگریز کی طرح انگریزی لکھ یا بول نہیں سکتا تو کسی قسم کے کسی احساس میں مبتلا ہوئے بغیر اس کو معاف کر دیا جائے کہ وہ برطانیہ میں نہیں پاکستان میں پیدا ہوا ہے، مگر اس انگریز زدگی کا کیا کیا جائے جو آزادی کے بعد اس شدت سے ہمیں اپنی گرفت میں لے چکی ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے جا رہے ہیں اور تواتر سے جاری ہونے والی حکومتی تعلیمی پالیسیاں آج تک تعلیمی مسائل کے برفانی تودے کا ایک چھوٹا سا کونہ تک نہیں توڑ سکیں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بحث و نظر

سلسلہ نمبر 2

جناب مفتی مختار اللہ جہانگیروی حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اختلاف مطالع کے اعتبار و عدم اعتبار کی تحقیق

(قسط نمبر 2)

مذہب اہل حدیث : مذاہب اربعہ کی تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تین مذاہب کی متفقہ اور مذہب شافعی کے بعض فقہاء کی رائے اور فتویٰ اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا ہے ان کے علاوہ علماء اہل حدیث بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کے قائل ہیں۔

(۱) چنانچہ اہل حدیث کے مشہور و معروف عالم اور فقیہ علامہ وحید الزمان حیدر آبادیؒ مترجم صحاح ستہ فرماتے ہیں : "ولاعبرة لاختلاف المطالع وقيل يعتبراذاكانت المسافة قدرشهر الخ (كنزالحقائق من فقه خيرالخلائق، ص ۴۷) (ترجمہ : اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ بعض نے اعتبار دیا ہے بشرطیکہ دونوں شہروں کے درمیان ایک مہینے کی مسافت ہو)۔ علامہ صاحبؒ کی مذکورہ عبارت واضح طور پر اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں اور جہاں تک دوسرے قول کا تعلق ہے تو اس کو علامہ صاحب نے قیل کے ساتھ ذکر کر کے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ فرمایا۔

(۲) مشہور غیر مقلد فقیہ و محدث علامہ محمد بن علی الشوکانی الشہیر بقاضی شوکانی فرماتے ہیں :

"والذى ينبعى اعتماده هوماذهب اليه المالكية وجماعة من الزيدية واختاره المهدى منهم وحكاه القرطبى عن شيوخه أنه اذارأه اهل بلدلزم اهل البلادكلها" (نیل الاوطار : ۴/ ۲۰۷) (ترجمہ : مناسب یہ ہے کہ اس رائے کو معتمد مانا جائے جس کو مالکیہ زیدیہ کی ایک جماعت اور امام مھدی نے اختیار کیا ہے اور امام قرطبی نے اپنے اساتذہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو تمام شہروں کے باشندگان پر حکم لازم ہوگا۔

(۳) مشہور غیر مقلد عالم دین علامہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ فرماتے ہیں :

"واین دال ست برینکه رویت یک بلد رویت جمیع بلادست پس لازم باشد حکم "(ترجمہ : یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ایک شہر میں چاند کی رؤیت ہوئی تو یہ رؤیت تمام شہروں کیلئے ہے اسی وجہ سے سب پر حکم لازم (واجب) ہوگا۔ تو گویا علماء مذہب اہل حدیث بھی جمہور کے ساتھ اتفاق رائے رکھتے ہوئے اختلاف مطالع کو اعتبار نہیں دیتے۔
(الحرام مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱/ ۵۰۳)

مذہب ظاہریہ : اہل ظواہر کے بانی علامہ ابن حزمؒ کی رائے موسوعۃ جمال عبدالناصر میں منقول ہے :"أماابن حزم فان الذی یوخذمن کلامہ انه لایعتبر اختلاف المطالع اذ یقول ومن صح عنده بخبر من یصدقه: من رجل واحداوامرأة واحدة عبداو حرأوامة اوحرة فصاعداً أن الهلال قدرؤی البارحة فی آخرشعبان ففرض علیه الصوم صام الناس أولم یصوموا وکذالک لورأه هووحده "(موسوعۃ جمال عبدالناصر ۴/ ۹۷)(ترجمہ : علامہ ابن حزم کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے، کہ ان کے نزدیک اس شخص کی اطلاع درست ہے چاہے ایک مرد ہو یا ایک عورت، غلام ہو یا آزاد، باندی ہو یا آزاد جو اس بات کی تصدیق کرے کہ بیشک شعبان کی آخری رات کو چاند دیکھا گیا ہے پس اس پر روزہ فرض ہوا چاہے روزہ رکھے یا نہ رکھے اسی طرح ایک نے دیکھا ہو)۔
موسوعۃ کی عبارت کی وضاحت سے علامہ ابن حزم ظاہری کا فتویٰ اور مذہب اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کا معلوم ہوتا ہے گویا کہ اہل ظواہر کا مذہب بھی جمہور کے مذہب اور فتویٰ کے مطابق اور اس کا مؤید ہے۔

مذہب زیدیہ : زیدیہ روافض کا ایک گروہ ہے جو امام زین العابدینؒ کے بیٹے حضرت زیدؒ کی طرف منسوب ہے، ان کے فقہاء کی ایک جماعت بھی اس بات کی قائل ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں :"والذی ینبغی اعتماده هوماذهب الیه المالکیة جماعة من الذیدیة واختاره المهدی منهم وحکاه القرطبی عن شیوخه انه ارأه اهل بلدلزم اهل البلاد کلها"(نیل الاوطار : ۴/ ۲۰۷)

(مناسب یہ ہے کہ اس رائے کو معتمد مانا جائے جس کو مالکیۃ زیدیہ کی ایک جماعت اور امام مھدیؒ نے اختیار کیا ہے اور امام قرطبی نے اپنے اساتذہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اگر ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو تمام شہروں کے باشندگان پر حکم لازم ہوگا۔

دورہ حاضر کے عرب محققین کی آراء : قدیم وجدید مقلدین علماء وفقہاء اور مجتہدین عظام کے فتویٰ کے مطابق دور حاضر کے مانے گئے عرب محققین بھی یہی رائے رکھتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، بلکہ مسلمانوں میں ایک رؤیت جہاں بھی ہو سب کیلئے کافی ہے۔

(۱) چنانچہ عرب کے نامور محقق علامہ السید سابق فرماتے ہیں :

"ذهب الجمهورالى أنه لاعبرة باختلاف المطالع : فمتى رأى الهلال اهل بلدوجب الصوم على جميع البلاد لقول الرسول ﷺ صوموالرؤية وافطروالرؤيته وهوخطاب عام لجميع الأمة فمن رأه منهم فى أى مكان كان ذلك رؤية لهم جمعيا" (فقہ السنۃ: ۱/۳۸۵، ۳۸۶) (ترجمہ : جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں جب کسی بھی شہر والوں نے چاند دیکھا تو سب لوگوں پر روزہ واجب ہو جائے گا اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے : کہ چاند دیکھ کر روزہ اور دیکھ کر افطار کرو اور یہ خطاب عام ہے جو جمیع امت کو شامل ہے پس جس نے جہاں بھی چاند دیکھا تو یہ رؤیت سب کیلئے ہے۔

(۲) اسی طرح دور حاضر کے عظیم مفکر اور مشہور فقیہ علامہ شیخ وھبہ زحیلی (جنکی تصنیف کردہ کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ ہر کتب خانہ کی زینت ہے اور ہر خاص وعام اس سے مستفید ہوتے ہیں) فرماتے ہیں" وهذا الرأى (رأى الجمهور) هوالراجح لدى توحيداً للعبادة بين المسلمين ومنعامن الاختلاف غيرالمقبول فى عصرنا لأن ايجاب الصوم معلق بالرؤية دون تفرقة الاقطار "(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۶۱۰)

یہ رائے (جمہور کی رائے) راجح ہے اس لیے کہ یہ مسلمانوں کی عبادت میں وحدت کا ذریعہ ہے۔ اور ہمارے زمانے میں اختلاف سے منع مقبول نہیں اس لئے کہ روزہ کا وجوب رؤیت کے ساتھ متعلق ہے اس میں افطار وغیرہ کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن الجزائری اختلاف مطالع کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
"اذاثبتت رؤية الهلال بقطرمن الاقطاروجب الصوم على سائرالاقطار لافرق بين القريب من جهة الثبوت و البعيداذابلغهم من طريق موجب للصوم"(الفقه على مذاهب الاربعة ۱/۵۵۰)۔ (ترجمہ :جب چاند کی رؤیت دنیا کے کسی بھی کونے میں ثابت ہو جائے تو سب کونوں والوں پر روزہ واجب ہو جائے گا جس میں قریب وبعید کا کوئی فرق نہیں بشرطیکہ یہ اطلاع بطریقہ موجب شرعی پہنچ جائے۔ مذاہب اربعہ ، مذہب اہل حدیث ، مذہب ظاہری اور زمانہ حال کے عرب محققین جن کو دنیامیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہےاور ان کے فتویٰ کو تسلیم کیا جاتا ہے،ان سب کی رائے اور فتویٰ یہ ہے کہ اختلاف مطالع اگرچہ مشاہدات اور سائنسی تحقیقات نے ثابت کیا کہ موجود ہیں مگر چونکہ شریعت محمدی ﷺ کافقة للناس ہے یعنی جملہ انسانیت کے لئے دین ہےاور دین میں یسر (آسانی) رکھی گئی ہے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کو نصیحت فرماتے تھے کہ" یسرواولاتعسروابشروا ولاتنفروا :(الحدیث) "کہ لوگوں پر آسانی کروان کو تکلیف میں نہ ڈالو"۔ توچونکہ جملہ انسانیت میں شہری لوگ بھی شامل ہیں اور دیہاتی بھی حتیٰ کہ پہاڑ اور جنگل میں رہنے والے لوگ بھی اس میں داخل ہیں، شہری لوگوں کیلئے تو جدید آلات کے ذریعے معلوم ہو جائے گا مگر دیہاتی لوگ اس سے بے خبر ہونگے۔ لہذا فتویٰ اور ظاہر مذہب اور سب مذاہب کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع ہونے کے باوجود اس کا اعتبار نہیں، اہل مشرق کی رؤیت جب اہل مغرب کو بطریقہ شرعی پہنچ جائے تو قابل قبول ہے،چاہے قریب ہویابعید ،ایک ریاست میں ہو یا مختلف ریاستوں میں، مگر ثبوت کے وقت ایک دن روزہ ہوگا اور ایک ہی دن عید ہوگی۔ اور اسی میں جملہ مسلمانوں کی اجتماعیت اور وحدت پنہاں ہے۔

یہاں تک تو مختصراً مذاہب کی تحقیق تھی آگے انشاء اللہ عدم اعتبار یعنی جمہور فقہاء کے دلائل پیش کیے جائیں گے۔ جن سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔

عدم اعتبار کے دلائل : تحقیق مذاہب جو ما قبل صفحات میں ذکر ہوئی ، سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ،اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کیلئے اور اہل مغرب کی رؤیت

اہل مشرق کیلئے جب بصورت شرعی پہنچ جائے تو حجت ہے یہ حضرات اپنے اس موقف کے لئے قرآن کریم وسنت نبویہ ﷺ کی چند روایات سے استدلال کرتے ہیں :

(ا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "من شهد منكم الشهر فليصمه الاية" (ترجمہ : اور جو تم میں سے چاند کو دیکھے تو وہ روزہ رکھے) اس آیت سے استدلال کو سمجھنے کیلئے چند باتوں کو ذھن نشین رکھنا چاہئیے۔

(الف) اس بات پر سب لوگ متفق ہیں کہ سارے لوگ چاند نہیں دیکھ سکتے۔

(ب) اور یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ہر ایک دیکھنے کا مکلّف بھی نہیں۔

(ت) آیت بھی عام ہے کہ چاہے آدمی سفر میں ہو یا حضر میں بیمار ہو یا تندرست ہر حال میں روزہ فرض ہو جائے گا۔

(ج) اسی طرح آیت میں کسی شہر یا مسافت کی کوئی قید نہیں رکھی گئی ہے، بلکہ عام حکم ہے۔

(ح) اور یہ بھی بدیہیات سے ہے کہ بعض کے دیکھنے سے دیگر مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے۔

توان باتوں کو سمجھنے کے بعد اب یہ بات ضرور سمجھ میں آئے گی کہ آیت کی عمومیت وہ عدم قید بعد وغیرہ اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ دنیا عالم میں ایک دو آدمیوں کے چاند دیکھنے سے دیگر مسلمانوں پر روزے فرض ہونگے اور یہ بات عدم اعتبار اختلاف مطالع کو مستلزم ہے۔ چنانچہ مولانا شیخ ظفر احمد عثمانی ؒ فرماتے ہیں "ولنا قوله تعالیٰ فمن شهد منكم الشهر فليصمه الايه، اجمع المسلمون على وجوب صوم شهر رمضان وقد ثبت ان هذا اليوم من شهر رمضان بشهادة الثقاب فوجب صومه على جميع المسلمين ولأن شهر رمضان مابين الهلالين۔۔۔۔۔ ولأن البينه العادلة شهدت برؤية الهلال فيجب الصوم كمالو تقاربت البلدان" (احکام القرآن ۱/۲۰۱) (ترجمہ : ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ "جس نے چاند دیکھا تو وہ روزہ رکھے" مسلمانوں کا رمضان کے مہینے کے روزوں کے وجوب پر اتفاق ہے، اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ چند ثقہ گواہوں کی گواہی سے آج کا دن رمضان کا ہے تو سب مسلمانوں پر روزہ واجب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ رمضان کا مہینہ دو چاندوں کے

درمیان ہے...... اور بے شک ایک ثقہ گواہ نے چاند کی رؤیت پر شہادت دی پس اس سے روزہ واجب ہو جائے گا جیسا کہ قریب شہروں کے باشندگان پر واجب ہوتا ہے۔

(۲) عن ابی هريرة يقول قال النبی ﷺ اوقال، ابوالقاسم صوموالرؤيته افطروالرؤيته فان غمی عليكم فاكملواعدة شعبان ثلاثين"(الصحیح البخاری ۱/)

(ترجمہ : آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر تم سے چاند پوشیدہ ہو جائے تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرو)۔

حدیث شریف کے اطلاقی الفاظ بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کی دلیل دیتے ہیں، اس لئے کہ اس میں نبی کریم ﷺ نے کسی شہر یا قریہ کو مختص نہیں فرمایابلکہ اسمیں جملہ مسلمانوں کو خطاب ہے گویا کہ مسلمانوں میں کسی ایک شخص کا چاند دیکھنا سارے مسلمانوں کا دیکھنا ہے۔لہذا چند محدثین عظام کی تشریح بطور نمونہ پیش خدمت ہے :

(الف) علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں :"ولا حجة لهم فيه لأن هذا لايختص بأهل ناحية على جهة الانفراد بل هوخطاب لكل من يصلح له من المسلمين فالاستدلال به على لزوم رؤية اهل بلد لغيرهم من البلاد أظهرمن الاستدلال به على اللزوم لأنه اذرآه اهل بلد فقدرآه المسلمون يلزم غيرهم مالزمهم ، الخ (احکام القرآن ۱/ ۲۰۲) (ترجمہ :اس روایت میں انکی کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ یہ روایت کسی خاص کونے والوں کے ساتھ انفرادا خاص نہیں بلکہ یہ خطاب ہر مسلمان کو شامل ہے، پس اس سے ایک شہر والوں کی رؤیت سے دوسرے شہر والوں پر روزہ واجب ہونے کے حکم کے بارے میں استدلال آسان ہے۔جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو گویا کہ سب نے دیکھا اور اس سے دوسروں پر بھی وہ حکم لازم ہوگا جو دیکھنے والوں پر لازم ہوا ہے۔

(ب) اور اس حدیث کی شرح میں شارح بخاری علامہ بدرالدین العینیؒ فرماتے ہیں : قوله صوموالرؤيته) رؤية بعض المسلمين ولايشترط رؤية كل الناس قال النووى بل يكفى من جميع الناس رؤية عدلين وكذاعدل على الاصح"(عمدۃ القاری ۱۰/ ۲۸۱)

(ترجمہ : آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، یعنی بعض کی رؤیت مطلوب ہے سب کی رؤیت ضروری نہیں۔ امام نوویؒ تو فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کیلئے دو ثقہ گواہوں کی یا صحیح قول کے مطابق ایک ثقہ کی گواہی کافی ہے)۔

علامہ عینیؒ کی یہ تشریح بھی اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ جب دو ثقہ آدمیوں کی رؤیت تمام مسلمانوں کی رؤیت ہے اور انکی شہادت فرضیت صوم کیلئے کافی ہے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں اس لئے دو یا ایک ثقہ گواہ کی رؤیت تمام مسلمانوں کیلئے کافی ہو گی، اگر حدیث سے یہ مراد نہ ہوتا تو شارح اسکی عمومی تشریح نہ فرماتے بلکہ اس کو اقلیم، بلاد قریب کے ساتھ مختص کرتے۔

(ج) دور حاضر کے محقق عالم دین شیخ وھبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں : فھویدل علی أن ایجاب الصوم علی کل المسلمین معلق بمطلق الرؤیة والمطلق یطلق علی اطلاقه فتکفی رؤیة الجماعة اوالفرد المقبول الشهادة"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۶۰۹)

(ترجمہ : یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام لوگوں پر روزہ کا وجوب مطلق چاند دیکھنے پر موقوف ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر چلتا ہے، لہذا ایک جماعت کی رؤیت یا ایک مقبول ثقہ کی رؤیت کافی ہے)۔ (د) مشہور عرب محقق الاستاذ الشیخ سید سابق بھی باین الفاظ حدیث سے استدلال کرتے ہیں :"وھوخطاب عام لجمیع الامة فمن رأہ منھم فی ای مکان کان ذلک رؤیة لھم جمعیا"(یہ خطاب سب امت کیلئے عام ہے پس جس نے بھی جہاں بھی چاند دیکھا تو یہ سب کیلئے کافی ہے۔ (فقہ السنۃ)

(۳) عن عبدالله بن عمران رسول الله ﷺ ذکررمضان فقال لاتصوموا حتی تروا الهلال ولاتفطر واحتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا له"(الصحیح البخاری :۱/)

(ترجمہ : عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ کے سامنے رمضان کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم روزہ مت رکھو حتی کہ تم چاند دیکھو اور افطار مت کرو حتی کہ تم چاند دیکھو اور اگر تم پر چاند مغموم (بادلوں میں چھپ جائے) ہو جائے تو پھر حساب کرو)۔ روایت ھذا کے الفاظ بھی ماقبل کی طرح

عدم اعتبار کا اثبات کرتے ہیں۔

(۴) قال النبی صلی الله علیه وسلم الصوم یوم تصومون والفطریوم تفطرون والاضحی یوم تضحون" (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، احکام القرآن ۱/۲۰۲)

(ترجمہ : آپ ﷺ نے فرمایا : روزہ اس دن ہے جس دن تم روزہ رکھو اور عید اس دن جس دن تم افطار کرو اور قربانی اس دن جس دن تم قربانی کرو)۔

اس روایت کو علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی اختلاف مطالع کے عدم اعتبار کیلئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں :"فالصواب فی هذاوالله اعلم مادل علیه قوله صومکم یوم تصومون وفطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون ، الخ (مجموعۃ الفتاویٰ ۲۵/۱۰۵)

(ترجمہ : حق رائے اس میں یہ ہے جس پر آپ ﷺ کا فرمان : صومکم یوم تصومون الخ دلالت کرتا ہے (یعنی اختلاف مطالع کو کوئی اعتبار نہیں)۔

(۵) عن البراء بن عاذب أن عمربن الخطابؓ کان ینظرإلی الهلال فرأه رجل فقال یکفی المسلمین أحدهم فأمرهم فافطرواأو صاموا" (المحلی ۳/۵۳۹)

(ترجمہ : براء بن عاذب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ چاند کو دیکھ رہے تھے کہ ایک آدمی نے چاند کو دیکھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں کیلئے ان کے ایک آدمی کی رؤیت کافی ہے اور پھر افطار یا روزے کا حکم دیا)۔

حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے تھا جس میں آپؓ نے ایک آدمی کی رؤیت کو جملہ مسلمانوں کیلئے کافی قرار دیا جبکہ اس وقت مسلمانوں کی آبادی دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی تھی، اگر اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا تو حضرت عمرؓ جو خلیفہ وقت تھے دور وبعید کی قید ضرور لگاتے، جبکہ آپ نے قید نہیں لگائی بلکہ عمومی الفاظ فرمائے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔

(جاری ہے)

جناب ثاقب اکبر صاحب

آسمانی کتابوں میں تحریف ___ قرآن کریم کی نظر میں

قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر اہل کتاب کے ہاتھوں آسمانی کتابوں کی دستبرد کا ذکر آیا ہے۔ بعض مقامات پر کلمہ "تحریف" ("یحرفون" یا "یحرفونہ" کی صورت میں) بھی استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد آیات میں ان کی الٰہی کتابوں کے ساتھ ان کے منفی سلوک کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہیں کتمان کی صورت میں اور کہیں کلمات کی ادائیگی میں ہیر پھیر کی صورت میں۔ بہر حال یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ پروردگار کی نظر میں "تحریف" کن صورتوں پر صادق آتی ہے۔ ان آیات کی روشنی میں ہم قرآن حکیم میں تحریف کے دعاوی کا جائزہ لیں گے۔

کلمہ تحریف قرآن حکیم میں : قرآن مجید میں ذیل کی چار آیات میں کلمہ "تحریف" کے استعمال سے کتب آسمانی میں انسانی دستبرد کا ذکر کیا گیا ہے :

"افتطمعون ان یومنوالکم وقدکان فریق منھم یسمعون کلم اللہ ثم یحرفونہ' من بعدماعقلوہ وھم یعلمونo(۱) (اے مسلمانو!) کیا تمھاری خواہش ہے کہ (یہ یہودی بھی) تمھارے ساتھ ایمان لے آئیں جبکہ ان میں سے ایک گروہ تو ایسا تھا کہ (اس کے لوگ) اللہ کا کلام سنتے تھے پھر اسے سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کر دیتے تھے۔

"من الذین ھادوایحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیرمسمع وراعنالیا'بالسنتھم وطعنافی الدین ...... "(۲) یہودی ہو جانے والوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کلمات کو انکے محفل سے پھیر دیتے ہیں نیز اپنی زبانوں سے اُلٹ پھیر کرنے اور دین پر طعن زنی کی خاطر (اسطرح کے جملے) کہتے ہیں : " سمعناوعصینا" (ہم نے سنا اور نافرمانی کی) " واسع غیرمسمع " (سُنو کہ نہ سُنے جاؤ) وراعنا

فبما نقضھم میثاقھم لعنھم وجعلناقلوبھم قسیۃ یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظاًمماذکروابہ ...... (۳)

ان کی عہد شکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ لفظوں کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور انہیں جو سبق دیا گیا اس کا بڑا حصہ انہوں نے فراموش کر دیا۔

"ومن الذین ھادوا سمعون للکذب سمعون لقوم اخرین لم یاتوک یحرفون الکلم من بعدمواضعه یقولون ان اوتیتم ھذافخذوہ وان لم تؤتوہ فاخذروا(۴) ......اور جو یہودی ہو گئے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جو جھوٹ کیلئے کان لگاتے ہیں اور دوسروں کے لئے جو تمھارے پاس نہیں آئے سنتے ہیں اور کلمات کو انکے اپنے محل پر متعین ہو جانے کے بعد اُلٹ پھیر کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر توتمہیں یہ حکم دیا جائے تو مان لو ورنہ مت قبول کرو......

چند اور شواہد : قرآن مجید میں بعض آیات ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اہل کتاب مذہبی پیشوا اپنے ہاتھوں سے احکام لکھ کر انہیں اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیتے تھے۔ گویا انہیں "منزل من اللہ" یا کتاب خدا کا حصہ قرار دیتے تھے۔ مثلاً "فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذامن عنداللہ لیشتروابه ثمناًقلیلا ۔ ...... (۵)

(پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے "کتاب" لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ صرف اس لیے کہ اس سے کچھ مال کما لیں)۔ بعض آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے بعض علماء آسمانی کتاب میں نازل شدہ احکام کو تھوڑے سے دنیاوی مفاد کیلئے چھپا دیتے تھے اور انسانی معاشرے کی ضرورت پر انہیں ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے :

" ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون به ثمناً قلیلا لا أولیک ما یاکلون فی بطونھم الاالنار......"(۶)۔ یقیناً جو لوگ اسے چھپا دیتے ہیں کہ جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا اور تھوڑا سا مفاد اٹھا لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں ڈالتے......

کتاب ماسبق میں تحریف کی صورتیں : مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ کتب کے ساتھ انکے اپنے وارثوں اور عالموں نے بہت ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے اور نہ فقط انکے تحفظ کا حق ادا نہیں کیا بلکہ جانتے بوجھتے ہوئے ان میں ہیر پھیر اور ادل بدل کا ارتکاب کیا' صرف اسلئے' کہ تھوڑا سا دنیاوی مفاد حاصل کر لیں۔ بہر حال ان آیات سے تحریف کی جو مختلف صورتیں سامنے آتی

ہیں یا قرآن حکیم کے الفاظ میں کلمہ "تحریف" جن جن صورتوں پر صادق آتا ہے ان میں تحریف معنوی بھی شامل ہے اور تحریف لفظی بھی۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ تحریف لفظی بھی درحقیقت کتاب الٰہی کے اصل مفاد کو دگرگوں کرنے اور اپنی خواہشات کو آسمانی والٰہی رنگ دینے ہی کیلئے ہوتی ہے۔ لہذا لفظی تحریف کا مقصد اور نتیجہ بھی معنوی تحریف ہی ہوتا ہے۔

معنوی تحریف : اول تو تاریخی شہادتوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ کتب ماسبق' تورات ہو' انجیل ہو یا کوئی اور' کوئی بھی اپنی اصل نازل ہونے والی زبان میں منزل من اللہ متن کے ساتھ محفوظ نہیں' ثانیاً موجود متون کی معنوی تحریفات کا دروازہ بھی دنیا پر حریص افراد نے اب تک کھول رکھا ہے۔ تقریباً تمام بزرگ مفسرین قرآن' متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے' نے متعدد آیات کی تفسیر میں اہل کتاب کے ہاتھوں تحریف معنوی کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۷۵ کی تفسیر رقم کرتے ہوئے شیخ طوسی (م ۴۶۰ھ) اپنی معروف تفسیر "التبیان" میں لکھتے ہیں : "وقد کان فریق منهم : أی ممن هوفی مثل مالهم من اسلافهم یسمعون کلم الله ثم یعلمون انه الحق' وعاندون فیحرفونه' ویتأولونه' علی غیرتأویله" شیخ طوسی ہی سورۃ نساء کی آیت نمبر ۴۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں : "وقوله یحرفون الکم عن مواضعه یعنی یغیرونها عن تأویلها" (۸) بیضاوی (م : ۶۸۵ھ ۶۹۱ھ) نے بھی اپنی تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل" میں لفظی کے ساتھ ساتھ معنوی تحریف کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۴۱ کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں :

(یحرفون الکلم من بعد مواضعه) ای: یمیلون عن مواضعه التی وضعه الله فیها امالفظاً باهماله اوتغییر وضعه' واما معنی بحمله علی غیرالمراد واجرائه فی غیر مورده "(۹)۔ مولانا مودودی نے بھی "تفہیم القرآن" میں اس کی صراحت کی ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۷۵ کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں : "ایک گروہ (فریق) سے مراد ان کے علماء اور حاملین شریعت ہیں۔ "کلام اللہ" سے مُراد تورات' زبور اور وہ دوسری کتابیں ہیں جو ان لوگوں کو ان کے انبیاءؑ کے ذریعے سے پہنچیں۔ "تحریف" کا مطلب یہ ہے کہ بات کو اصل معنی و مفہوم سے

پھیر کر اپنی خواہش کے مطابق کچھ دوسرے معنی پہنا دینا' جو قائل کے منشا کے خلاف ہوں۔ نیز الفاظ میں تغیر و تبدل کرنے کو بھی تحریف کہتے ہیں۔ علماء بنی اسرائیل نے یہ دونوں طرح کی تحریفیں کلام الٰہی میں کی ہیں۔(۱۰)

لفظی تحریف : قرآن حکیم نے اہل کتاب کے ہاتھوں کتب ماسبق میں لفظی تحریف کی بالصراحت شہادت دی ہے۔ نیز لفظی تحریف کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ ذیل میں ہم مختلف آیات کے حوالے سے تحریف لفظی کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱) اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اسے منزل من اللہ قرار دینا : اس سلسلے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات شہادت دیتی ہیں۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۷۹ جو قبل ازیں لکھی جا چکی ہے، اسی امر کی گواہی ہے۔

(۲) زبان سے لفظوں کو بگاڑ دینا : اس حوالے سے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۴۶ جو گذشتہ صفحات میں لکھی گئی ہے ان کے اس طرز عمل کی شاہد ہے۔ تاہم مذکورہ آیت میں پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے ان کے اس طریق کار سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ یہی طرز عمل وہ اپنی کتاب کے ساتھ بھی کیا کرتے تھے۔ اس سے سورۃ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیت پردہ اٹھاتی ہے :

"وان منهم لفريقاً يلون السنتهم بالكتب لتحسبوه من الكتب وما هو من الكتب ج ويقولون هومن عندالله وما هو من عندالله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون o(۱۱) ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے زبانوں کو اُلٹ پھیر کرتے ہیں (اور بات کچھ کی کچھ بنا دیتے ہیں' تاکہ تم سمجھو کہ یہی کچھ کتاب میں ہے جبکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور یہ لوگ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ راغب اصفہانی نے مادہ "ل وی" کے ذیل میں لکھتے ہیں : "ولوى لسانه' بكذا كناية" عن الكذب وتخرص الحديث' قال تعالىٰ : يلون السنتهم (۱۲)

(۳) بھلا دینا کمی کرنا : مذکورہ بالا آیات میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اہل کتاب نے نہ صرف اپنی آسمانی کتابوں میں اپنے ہاتھوں سے لکھ کر بہت کچھ "کتاب" بنا ڈالا اور اسے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا بلکہ بہت کچھ اس میں سے طاق نسیاں کر دیا جیسا کہ فرمایا گیا ہے :

"ونسؤا حظامماذکروابہ" انہیں جو کچھ نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک حصہ انہوں نے فراموش کر دیا۔ گویا ان کی کتاب آسمانی، کمی و بیشی، دونوں کا شکار ہوئی۔

(۴) جملات کو آگے پیچھے کر دینا: بعید نہیں کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ اور اس جیسے دیگر جملوں کا ایک مفہوم یہ بھی ہو کہ اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے جملوں کو اس طرح سے آگے پیچھے کر دیتے تھے جس کے باعث ان کے مطالب دگر گوں ہو جاتے تھے۔

(۵) کتمان: گذشتہ صفحات میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۴ لکھی جا چکی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو کچھ نازل کیا تھا اہل کتاب معمولی دنیاوی مفاد کی خاطر اسے چھپا دیتے تھے۔ ظاہراً یہ امر کمی بیشی کے معنی میں تو شامل نہیں ہے، تاہم اس کا مقصد اور نتیجہ بھی "ماانزل اللہ" میں کمی کرنا ہی ہے۔ اس ساری گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ گذشتہ کتابوں (بالخصوص بائبل جس سے متعلق آیات قرآن پیش کی گئی ہیں) میں کمی بیشی بھی ہوئی ہے، ان کتابوں کے علماء اس کے الفاظ کی ادائیگی میں بھی ہیر پھیر کے مرتکب ہوتے تھے اور ان کی عبارتیں بھی دگر گوں کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنے مادی مفاد کی خاطر مذکورہ حکم کو چھپا بھی لیتے تھے۔ اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ تورات و انجیل میں اس وقت بھی جو کچھ ہے وہ تمام انسانوں ہی کا گھڑا ہوا نہیں ہے بلکہ بہت کچھ "منزل من اللہ" بھی باقی ہے، اگرچہ عین متن نہ ہو کیونکہ "ونسؤا حظامما ذکروابہ" کا مفہوم یہی ہے کہ ایک حصہ انہوں نی بھلا دیا تھا اور ایک حصہ ان کے پاس محفوظ ہے۔ اسی طرح کتمان کی ضرورت بھی انہیں وہیں پیش آتی تھی جہاں موجود حکم الٰہی پر وہ عمل نہیں کرنا چاہتے تھے۔

﴿حوالہ جات﴾

(۱) القرآن : البقرہ : ۷۵ (۲) القرآن : النساء : ۴۶ (۳) القرآن : المائدہ : ۱۳ (۴) القرآن : المائدہ ۴۱ (۵) القرآن : البقرہ۔ ۷۹ (۶) القرآن ، البقرہ : ۱۷۴ (۷) طوسی : ابو جعفر محمد بن الحسن۔ التبیان (طبع بیروت ۱۴۰۹ھ، ۱/ ۳۱۳) (۸) طوسی : التبیان : ۳/ ۲۱۳ (۹) بیضاوی : عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی۔ انوارالتنزیل واسرار التاویل (طبع : بیروت ۱۴۰۴ھ) ص : ۱۴۴ (۱۰) مودودی : ابو الاعلیٰ۔ تفہیم القرآن (طبع : لاہور ۱۹۹۴ء) ۱/ ۷۸ (۱۱) القرآن : آل عمران۔ ۷۸ (۱۲) اصفہانی : ابی القاسم الحسین بن محمد الراغب۔ المفردات فی غریب القرآن (طبع : ایران ۱۴۰۴ھ)۔ ص : ۴۵۷۔

ادار

نماز عید اور قربانی کے احکا

آپ عید الاضحیٰ کے دن کیا کریں گے؟

قربانی کی اہمیت : قربانی اسلام کی مہتم بالشان عبادت ہے۔اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ قرآن مجید میں کئی مرتبہ (آٹھ سورتوں میں) خداوند کریم نے قربانی اور متعلقات قربانی اس کی اہمیت اور اسکی حکمت اور فلسفہ مختلف امتوں میں اسکی شکل وصورت پر روشنی ڈالی ہے اور امۃ مسلمہ ملت ابراہیمی کے لئے اسے دینی شعار اور امتیازی نشان قرار دیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے :

" ولکل امۃٍ جعلنا منسکاًلیذکرواسم اللہ علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام"
اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ اللہ کے دیئے گئے مویشیوں پر اس کا نام لیا کریں۔جیسا کہ خود آیت سے واضح ہے یہاں منسک سے مراد ذبح کرنا (قربانی دینا) ہے۔ محققین ا تمام اکابر محقق مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے۔(قرطبیؒ مراح للنوویؒ، فتح القدیر شوکانی وغیرہ)

قربانی کی حکمت اور فوائد کے بارے میں ارشاد ربانی ہے : "لن تنال اللہ لحومھا ولادم ھاولکن ینالہ' التقویٰ منکم "اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کا گوشت پوست اور خون نہیں پہنچتا اس کے ہاں تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔سورہ کوثر میں واضح اور قطعی حکم ہے :

"فصل لربک وانحر"(کوثر پ ۳۰)۔اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

"عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینہ عشرسنین یضحی "(مسند امام ا ترمذی) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دس برس تک مدینہ میں رہے اور برابر قر کرتے رہے۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عید قربان کے دن حضور اقدس ﷺ مدینہ منو میں اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کرتے۔(مسند احمد ونسائی)

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے مدینہ میں دو گن گوں رنگ کے مینڈھے قربانی کیئے۔(بخاری نیز کتاب اختلاف الحدیث للشافعیؒ علی الام۔ج ۷ ص ۲۸)

ری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کیطرف سے گائے کی قربانی دی۔
ضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر صاحب وسعت پر سال بھر میں ایک قربانی واجب ہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۳۳)
ضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ دی وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ
ئے۔ (بخاری، ابن ماجہ، مستدرک) ۔ حضور ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو
مایا کہ تمھارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت (یادگار) ہے۔ (مشکوٰۃ، ابن ماجہ وغیرہ) حضرت عائشہؓ
ماتی ہیں کہ عید قربان کے دن ابن آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں۔
مت کے دن قربانی کے سینگ، بال، سُم تک اعمال حسنہ کو بھاری کر دیں گے۔ اس کے خون کے
رے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتے ہیں تو طیب نفس (دل کی خوشی)
ے قربانی کرتے رہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ) حضور ﷺ نے فرمایا اس کے ہر بال کے بدلے تمھارے لئے
لی ہے۔ (احمد بن ماجہ) (از قلم: مولانا سمیع الحق)

☆☆☆☆☆☆☆

) بقر عید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز
یدالفطر کی ہے یعنی بعد تکبیر اولیٰ و ثنا قبل از تعوذ و بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے ہوئے تین بار رفع یدین
یں۔ یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، پہلی دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، تیسری تکبیر
ے بعد ہاتھ باندھ کر امام فاتحہ و سورۃ پڑھے، مقتدی خاموش رہیں۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ
ورۃ رفع یدین کے ساتھ تین تکبیر کہیں اور ہر بار ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں اور چوتھی تکبیر پر
وع کریں۔ وقت اس کا آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ہے اور جلد پڑھنا اس
ز کا مستحب ہے تاکہ اس کے بعد قربانی میں مصروف ہوں۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جس میں
بانی اور تکبیرات تشریق کے احکام بتلائے۔ اس نماز کے لئے بھی باہر عید گاہ میں جانا سنت مؤکدہ
ہے۔ راستے میں بلند آواز سے تکبیر پڑھتا رہے اور دوسرے راستے سے واپس ہو تاکہ دونوں راستے
اہی دیں۔ (۲) بقر عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہیں، اگرچہ حرام بھی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ
نماز کے قربانی میں سے کھائیے۔ (۳) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جہراً کہنا

واجب ہے۔ امام اور مقتدی اور منفرد عورت ومرد سب ایک بار اس طرح تکبیر کہیں۔
"اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ واللہ اکبراللہ اکبرولله الحمد" نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک۔

(۴) ہر مسلمان آزاد مقیم جو کہ ضروریات زندگی کے علاوہ مقدار نصاب یعنی ۲/۱-۷ تولہ سونا، یا ۲/۱-۵۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ قربانی میں بکرا یا بھیڑ یا دنبہ یا ساتواں حصہ اونت، گائے بیل، بھینس کا ایک آدمی کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ جن جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں وہ سات سے کم تعداد کے لئے بھی جائز ہیں۔ بکرا ایک سال کا ہونا چاہئے، اور بھیڑ، دنبہ اگر موٹا ہو اور چھ ماہ سے زائد کا ہو تو ہو سکتا ہے۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہئے، باقی بڑے جانور دو سال کے کافی ہیں۔ نر و مادہ دونوں کی قربانی جائز ہے۔ (۵) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے، اندازے سے تقسیم نہ کریں، لیکن اگر کسی طرف پائے کھال بھی لگا دئے جائیں تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے۔ (۶) شہر والے قربانی بعد نماز کریں اور اگر کسی عذر سے اس دن نماز نہ ہوئی تو جس وقت نماز کا وقت گذر جائے اس وقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے، اور دوسرے تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے، اسی طرح بارھویں تاریخ کو بھی اور گاؤں والوں کو دسویں تاریخ کی صبح صادق ہونے کے بعد بھی قربانی کرنا درست ہے۔

(۷) قربانی کے تین دن ہیں۔ دسویں، گیارہویں، بارھویں ذی الحجہ کی مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن، پھر تیسرے دن، غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہو سکتی ہے۔

(۸) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہیں۔ (۹) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہاں کھڑا ہونا بہتر ہے۔

(۱۰) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑھنا ضروری نہیں، اگر صرف دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں کہا، صرف "بسم اللہ، اللہ اکبر" کہہ کر ذبح کر دیا تب بھی قربانی درست ہے، لیکن اگر دعا ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھیگا تو بہتر ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

(۱۱)۔ جب قربانی کو قبلہ رخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے:

"انی وجہت وجہی للذی فطر السموت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین" (۱۲) ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: "اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراہیم وعلیھما الصلوۃ والسلام" (۱۳) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غرباء ومساکین پر صدقہ کرے، ایک تہائی اپنے دوستوں کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے رکھ لے۔ جس شخص کا کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کر سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنا منع ہے۔ (۱۴)۔ جس شخص کے ذمہ قربانی کرنا واجب نہ تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا تو اس کے ذمہ اس کا قربانی کرنا واجب ہو گیا، اسکو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے اس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ کے واسطے محتاجوں کو دے دینا چاہئے۔ غنی اور نذر کرنے والے کو بھی یہی حکم ہے۔ (۱۵)۔ جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے، اگر قربانی کے دن گذر جائیں اور قربانی نہ کرے تو اس کے ذمہ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (۱۶)۔ جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ اگر بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تب بھی قربانی درست ہے۔ اگر جڑ سے اکھڑ گیا ہو تو درست نہیں۔ اور بدھیا کی قربانی بھی درست ہے، خواہ مل کر بدھیا کیا گیا ہو یا نکال کر، اندھے اور کانے کی قربانی درست نہیں اور ایسے دبلے جانور کی بھی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو اور نہ ایسے لنگڑے کی جو ذبح تک نہ جا سکے اور نہ ایسے جانور کی جس کی بیماری ظاہر ہو اور نہ ایسے جانور کی جس کا تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو یا تہائی سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہو اور نہ اس جانور کی جس کے دانت نہ ہوں، البتہ تھوڑے سے گر گئے اور زیادہ باقی رہے تو جائز ہے۔ (۱۷)۔ چرم قربانی کو بدون فروخت کرنے کے اپنے کام میں لا سکتا ہے۔ یعنی ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے۔ خود اس کو فروخت کرنا نہیں چاہئے لیکن اگر فروخت کر دیا تو فروخت کرنے کے بعد اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قصاب کی اجرت قربانی میں سے دینا جائز نہیں اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ایک روایت ہے کہ چرم قربانی کو صدقہ کرنے کیلئے فروخت کرنا درست ہے۔ (۱۸)

۔ چرم قربانی یا اس کی قیمت کسی معاوضہ میں دینا مثلاً امام ومؤذن کو بسبب اسکی امامت واذان کے دینا درست نہیں ہے اور طالبان علم دین اس کے بہترین مصرف ہیں کہ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا اور اشاعت علم دین کا۔ طالبان علم دین کی مدارات اور ان کے ساتھ ہر قسم کے سلوک کرنے کا جناب رسول اللہ ﷺ نے بتاکید امر فرمایا ہے۔" وعن ابی سعید الخدری ؓ قال قال رسول الله ﷺ ان الناس لکم تبع وان رجالاً یاتونکم من اقطار الارض یتفقہون فی الدین فاذااتوکم فاستوصوابھم خیراً۔(رواہ الترمذی)

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ ؓ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ "تمام آدمی تمھارے تابع ہیں اور اطراف عالم سے تمھارے پاس بہت سے آدمی علم دین سیکھنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے کیلئے آویں گے۔ سو وہ جب تمھارے پاس آویں تو میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ (دارالعلوم دیوبند)
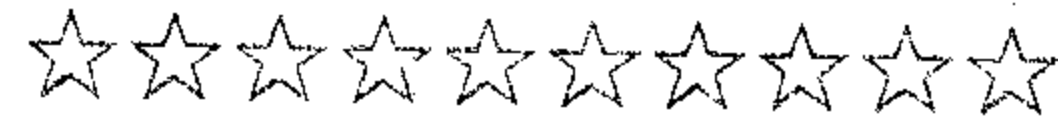
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

حسنت جمیع خصالہ : جناب طالب ہاشمی صاحب۔ ضخامت : ۵۷۴ صفحات۔
قیمت :۔ /۲۵۰ روپے۔ انٹرپرائمزز غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

سیرت طیبہ ایک ایسا سدابہار اور سرور آگیں موضوع ہے جس پر ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک ہزاروں کتابیں مختلف انداز میں لکھی جاچکی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک اس روح پرور عنوان پر لکھا جائیگا۔ لیکن پھر بھی اس موضوع کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اور نہ یہ کسی انسان کے بس کی بات ہے۔ اسی وجہ سے شاعر اپنی حیرانی اور عجز کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔ کہ "لایمیکن اشاء کما کان حقه ،بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ مگر مرزا غالب نے ایک شعر میں جس انداز سے سیرت رسول ﷺ سے کماحقہ اپنی لاچاری بیان کی ہے۔ وہ سیرت کے ہزار ہا دفاتر اور نعت رسول ﷺ کے کئی مجلات پر مشتمل کتابوں سے بھاری ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

اس موضوع پر عاشقاہ رسول ﷺ نے جس والہانہ اسلوب سے خامہ فرسائی کی ہے اگر ان گرانقدر مضامین ومقالات اور کتب ورسائل کو یکجا جمع کیا جائے تو اس سے ایک ایسا انسائیکلوپیڈیا اور دائرۃ المعارف تیار ہوجائیگا جس کی نظیر سے سیرت وسوانح کی دنیا قاصر رہیگی۔ زیر تبصرہ کتاب حسنت جمیع خصالہ بھی اسی دریائے ناپیدا کنار کا بیش قیمت موتی اور بے بہا گوہر ہے۔ جسے مشہور اہل قلم جناب طالب ہاشمی صاحب نے مرتب کیا ہے چونکہ سیر وسوانح پر لکھنا آپ کا محبوب ترین موضوع ہے اور درجنوں کتابیں اسی موضوع پر آپکی منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوئی ہیں جس میں اکثر وہ کتابیں ہیں جن میں صحابہ کرامؓ اور حضور ﷺ کے جاں نثاروں کے محبوب اور دل آراء تذکرے ہیں۔ برصغیر میں شاید کوئی مصنف ایسا ہو جس نے حضور ﷺ کے اصحاب پر اردو زبان میں اس نرالے انداز اور دل فریب اسلوب سے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

ع ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مؤلف کتاب جناب طالب ہاشمی صاحب نے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق جو مختلف مضامین تحریر کئے تھے یہ انہیں کا مجموعہ ہے اور اسکے ساتھ انہوں نے مزید مضامین ومقالات کا اضافہ کرکے ان کو کتابی شکل دی ہے جس سے نہ صرف سیرت کی کتابوں میں معتد بہا اضافہ ہوا ہے بلکہ اردو دان طبقہ پر آپ کا یہ ایک بڑا احسان ہے انشاء اللہ اس کے مطالعہ سے قارئین عشق رسول ﷺ کے مہکتے گلشن میں داخل ہو کر ذوق ووجدان کو ایک کیف آور خوشبو سے شرف یاب کریں گے۔ الغرض یہ کتاب خطباء طلبہ، معلمین، مقررین اور مدرسین کیلئے ایک گراں بہا تحفہ اور بیش قیمت سوغات ہے۔ باطنی حسن اور دل آرائی کے ساتھ کتاب ظاہری طور پر بھی انتہائی دیدہ زیب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رحمت کائنات ﷺ: شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی قدس سرہ۔
ضخامت: ۵۱۲ صفحات۔ گیارہواں ایڈیشن۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔
ناشر: ادارہ تحفظ حقوق نبوت مدنی روڈ، اٹک شہر

زیر تبصرہ کتاب شیخ التفسیر حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب قدس سرہ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو آپ نے دار العلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ "دار العلوم" کیلئے بعنوان "سیرت مقدسہ کا اعجازی پہلو" تحریر کئے تھے۔ اس عنوان کی تشریح یہ تھی کہ جو سعادت مند سید دوعالم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو وہ یقین کرے کہ اس نے سید دوعالم کو خواب میں دیکھا۔ انہی دنوں بعض حضرات نے دیوبندیت کی آڑ میں حیات انبیاء علیھم السلام جس پر اُمت کا اتفاق ہے' کی مخالفت شروع کی، جس کی وجہ سے دار العلوم دیوبند کے متعلقین میں اضطراب کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ ماہنامہ "دار العلوم" کے مدیر شہیر الانور سید محمد ازہر شاہ صاحب قیصر نے حضرت قاضی صاحب کو اس موضوع پر مزید لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ یہ سلسلہ بالاقساط ماہنامہ دار العلوم میں چھپتا رہا۔ بعد میں ان مضامین کو یکجا کرکے پہلی بار ۸۷ صفحات پر

مشتمل کتابی شکل دیدی گئی۔ پھر رفتہ رفتہ اس کتاب کی اشاعت اور صفحات میں اضافہ ہوتا رہا تا آنکہ اسکا گیارہواں ایڈیشن شائع ہو گیا۔ جو کہ اس کتاب کی عنداللہ مقبولیت کی ایک بین دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء امت اور صلحائے ملت نے اس کتاب کو از حد سراہا اور اس کے مضامین کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آپ نے رحمت کائنات میں رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس کے اندر حضور کے جسد عنصری میں بعینہ دنیاوی زندگی کی طرح روح کا موجود ہونا ثابت کیا ہے اور اس پاکیزہ مقصد کے ثبوت میں آپ نے احادیث آثار اقوال سلف اور خلف اور مرزئی واقعات کا ایک عجیب مجموعہ جمع کر کے بے نظیر گلدستہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنے والے کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائیگا کہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی ویسی ہی مزار اقدس میں ہے۔ اسی طرح مرشد العلماء شاہ عبدالقادر لاہوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، علامہ شمس الحق افغانیؒ، مفتی اعظم مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر متعدد حضرات کے تاثرات کتاب کی ثقاہت اور معتمد ہونے کیلئے کافی ہیں۔ ص ۳۸۴ سے منکرین حیات کی طرف سے وارد کردہ شبہات کے ازالہ کے طور پر ان کے شافی جوابات دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی جامعیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، رحمت کائنات قاری کو ایک وجدانی کیفیت سے سرشار کرتی ہے اور ہر اردو دان مسلمان کیلئے اس کا مطالعہ باعث خیر و برکت ثابت ہو گا۔ کمپیوٹر کی کتابت، دیدہ زیب طباعت اور خوبصورت گٹ اپ سے کتاب کے حسن میں مزید نکھار اور اضافہ پیدا ہو گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سفر کے مسائل : مرتب ۔ مولانا غلام قادر نعمانی صاحب ۔ ضخامت : ۶۸۵ صفحات۔
قیمت : درج نہیں۔ ناشر : مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

مرتب کتاب مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے ایسے دور میں جبکہ جدید وسائل سفر کے ساتھ ساتھ جدید مسائل سفر سے اپنے آپ کو آگاہ کرنے کی بھی شدید ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سفر کے جدید مسائل کا ایک

مجموعہ مستند حوالہ جات کے ساتھ مرتب کیا جو کہ ہر خاص وعام کیلئے سفری مسائل میں بہت ضروری اور مفید وکار آمد ہے۔ دار العلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ نا المحترم مولانا حافظ محمد انوار الحق مدظلہ نے اپنے تقریظی کلمات میں اپنے تاثرات یوں رقم فرمائے ہیں : "مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے والے اکثر وبیشتر مسلمانوں کے عمل کا اکثر حصہ سفر اسفار کے جھمیلوں میں گزر رہا ہے اس دوران بسا اوقات ایک دیندار مسلمان مسائل واحکام سفر سے بے خبر رہنے کی وجہ سے پریشانی واضطراب کا شکار رہتا ہے جس کے ازالہ کیلئے ایک مختصر مگر جامع ایسے رسالہ کی اشد ضرورت تھی۔ اس اشد ضرورت کو مولانا مفتی غلام قادر نعمانی صاحب نے پورا کر کے یہ رسالہ مرتب کر کے کافی حد تک سفر میں مبتلا مسلمانوں کے مشکل کو آسان کر دیا ہے۔

درسول اللہ ﷺ موںځ (پشتو)۔ تالیف : مولانا مفتی محمد ولی صاحب درویش' استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ ضخامت : ۳۷۲ صفحات۔ قیمت : درج نہیں۔
ناشر : اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

کتاب کے مصنف مولانا مفتی محمد ولی صاحب درویش نے زیر نظر کتاب پشتو میں تصنیف کر کے ایک دیرینہ ضرورت کی تکمیل کر دی۔ کتاب میں حضور ﷺ کا طریقہ نماز اور نماز کے متعلق جملہ مسائل بیان کئے گئے ہیں اور اسکے ساتھ ساتھ بعض غیر مقلدین حضرات کے شبہات کی تردید بھی کی ہے اور انہوں نے احناف کے طریقہ نماز پر جو بے جا سوالات کئے ہیں ان کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔ غیر مقلد عبد العزیز نورستانی نے "دپیغمبرؐ موںځ" نامی کتاب میں حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھنے کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈالنے کی جو کوشش کی ہے اور جو غلط بیانیاں کی ہیں اس کے دامن تزویر کے بخیئے بھی ادھیڑ لئے ہیں۔ الغرض کتاب نماز اور اس کے مسائل کے سمجھنے کیلئے ایک مختصر دائرۃ المعارف ہونے کے ساتھ ساتھ بعض دیگر مسائل کے متعلق بھی کافی مواد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی اس سعی کو مشکور فرمادے اور اس کو قبولیت عامہ سے نوازے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مثالی باپ۔ مرتب : مولانا محمد حنیف عبدالمجید۔ صفحات : ۴۲۲۔ قیمت :۔ /۱۵۳ روپے
ملنے کا پتہ : زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار، کراچی۔

کسی بھی قوم کا سرمایہ بچے ہی ہوا کرتے ہیں۔ یہی بچے بڑے ہو کر معماران قوم بن جاتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے سامنے سب سے پہلے ماں' باپ ہی ہوتے ہیں۔ والد بچے کا پہلا استاد ہوتا ہے اور اسی استاد سے وہ اچھے یا برے جذبات واخلاق اور اطاعت یا نافرمانی کو جذب کرتا ہے اس لئے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اس ڈھنگ سے کرے کہ وہ اچھے اخلاق وکردار کا نمونہ بن جائے اور وہ اس کے رگ وریشہ میں دین کی روح پھونک دے لیکن اس کیلئے خود بھی ایسی صفات کا حامل ہونا ضروری ہے تاکہ بچے کیلئے وہ عملی مثال بن سکے۔ زیر تبصرہ کتاب مثالی باپ میں بچوں کی صحیح اسلامی اصولوں پر تربیت کرنے اور ان کو کامل مسلمان بنانے کی اسلامی تدبیریں درج ہیں۔ فاضل مصنف نے موضوع کے متعلق تمام عنوانات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ کتاب کی ثقاہت کیلئے حضرت مفتی نظام الدین صاحب شامزئی کی تقریظ کافی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

نام کتاب : مقدمات۔ مؤلف : مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی صاحب
ضخامت : ۱۶۸۔ قیمت : درج نہیں۔ ناشر : کتب خانہ قاسمی حضرت بلال کالونی کورنگی کراچی

فاضل مؤلف مولانا محمد صدیق صاحب ارکانی نے اس مختصر مگر جامع کتاب میں مختلف علوم مثلاً علم فقہ علم ادب، اصول فقہ، علم النحو، علم الصرف والاشتقاق، علم المنطق کے مبادیات اور اصول وقواعد سے سیر حاصل بحث کی ہے، چونکہ ہر علم میں شروع سے قبل اس کے مبادیات اصول اور قواعد سے باخبر ہونا ضروری ہے جس کے بغیر اسی علم میں بصیرت کاملہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مؤلف نے متعلقہ علوم کے مبادی اس رسالہ میں جمع کئے ہیں جو کہ طلباء کیلئے بالخصوص اور مدرسین وعلماء کیلئے بالعموم انتہائی مفید بلکہ ایک نہایت دلچسپ اور نادر تحفہ ہے۔ کتاب کے آخر میں رسالہ النوادر ملحق ہے جو کہ متفرق اہم علمی مضامین ومباحث پر مشتمل ہونے کیوجہ سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ امید ہے اہل علم اس سے پوری طرح مستفید ہوں گے۔

مثالی خواتین: مولانا محمد اسحاق ملتانی۔ ضخامت: ۳۸۴ صفحات۔ قیمت: ۱۳۵ روپے

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

ایک انقلاب آفرین کتاب جس کے مطالعہ سے نہ صرف خواتین بلکہ عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں روحانی انقلاب آسکتا ہے، جس میں پہلی امتوں کی نیک مؤمنات، ازواج مطہرات، بنات طیبات رسول ﷺ صحابیات، تابعیات، قاریات، محدثات، اولیاء اللہ کی ازواج محترمات اور دیگر پاکباز خواتین کے علم و فضل زہد و تقویٰ عفت و عصمت عزم و ہمت ایثار و وفا اور عرفان و سلوک کے فکر انگیز حالات اور واقعات درج ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ

"من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ"

یہ حیات طیبہ اور محبت و معرفت خداوندی کی دولت صالحین کی مجالست اور صحبت و ہم نشینی سے حاصل ہوتی ہے۔ مرد حضرات کو ایسے مواقع نسبتاً زیادہ میسر آتے ہیں جبکہ خواتین عام طور سے صالحات قانتات کی ہم نشینی سے محروم رہتی ہیں چونکہ حضرات صوفیاء نے اہل اللہ کی مبارک مجالس کا نعم البدل ان کے ارشادات و ملفوظات اور حالات کو قرار دیا ہے جن کے پڑھنے سے باطنی انوار قاری کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور جس سے قلب میں تاثیر اور عمل کی تحریک پیدا ہوتی ہے اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کتاب مولانا محمد اسحاق صاحب ملتانی نے یہ عظیم کتاب ترتیب دی ہے انشاء اللہ یہ کتاب خواتین و مستورات کی دینی اصلاح اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہوگی۔ زیر تبصرہ کتاب میں ان محسنات محققات کا ذکر ہے جن کا مثالی کردار قافلہ انسانیت کیلئے جادہ مستقیم اور بانگ درا ہے۔ ہماری رائے میں اس کتاب کا مطالعہ ہر گھر کے لئے ناگزیر ہے۔ خوبصورت اور دیدہ زیب طباعت نے کتاب کے ظاہری حسن میں مزید اضافہ کیا ہے۔